"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہوسکتی"

ایڈیٹر:
یوسف سہیل شوق

جنوری ۱۹۸۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ خالد ربوہ

صلح ۱۳۶۸ ہش

جنوری ۱۹۸۹ء

جلد ۳۶ • شمارہ ۳

قیمت ماہانہ ۲ روپے پچاس پیسے۔ سالانہ ۲۵ روپے

ایڈیٹر

یوسف سہیل شوق ایم اے

اس شمارہ میں

پبلشر: مبارک احمد خالد ٭ پرنٹر: قاضی منیر احمد ٭ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی۔ ربوہ ٭

اداریہ

کیا تیاری مکمّل ہے؟

۱۹۸۹ء کا نیا سال شروع ہونے سے یہ احساس ہوا ہے کہ صد سالہ جشنِ تشکّر کی تاریخی تقریبات کا آغاز اب محض چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ جماعت احمدیہ نے ۱۹۷۳ء میں قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی قیادت میں اس عظیم و جلیل منصوبے کا آغاز کیا تھا جس نے قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ رابع حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے دور میں بیشمار وسعتیں حاصل کرلیں۔

ہمارے دین کی تاریخ میں یہ ایک تاریخ ساز منصوبہ ہے۔ اِس کی تیاریاں دراصل آنے والی صدی کے دورِ فتح کے استقبال کی تیاری ہے۔ وہ عظیم اور تاریخی فتح جس نے دُنیا کو اُمّتِ واحدہ بنانا ہے اور جب سے تاریخ بنی ہے اُس وقت سے اب تک دُنیا کبھی ایک مذہب کے نیچے اِس طرح جمع نہ ہوئی ہوگی، جس طرح اب انشاء اللہ العزیز و باللہ التوفیق جمع ہو جائے گی۔

کیا ہم اِس کے لیئے تیار ہیں؟

کیا تقویٰ کا زادِ راہ ہمارے ساتھ ہے؟ کیا ہمارے گھر نمازوں کی خوشبو سے مہک رہے ہیں؟ کیا گھروں میں رنجشیں اور تلخیاں ختم ہو چکی ہیں؟ کیا غیبت اور تکبّر ہم سے رخصت ہو چکا ہے؟ کیا ہم میں سے ہر احمدی نے دو نئے احمدی پیش کر دیئے ہیں؟ کیا ہم میں سے ہر ایک داعی اِلی اللہ بن چکا ہے؟

اب سوچنے کا کونسا وقت ہے؟

اب تو سر دھڑ کی آخری بازی لگانے کا وقت آ چکا ہے!

جہاں قرار ملا

درود تیرے لیئے ہے سلام تیرا ہے
خدا کے بعد مرے لب پہ نام تیرا ہے

ترے مقام کی سرحد کو چھو سکا نہ کوئی
کہ ہر مقام سے آگے مقام تیرا ہے

ترا ہی نطق ہے "مَا یَنْطِقُ" کا آئینہ
خدا کا ہے جو بظاہر کلام تیرا ہے

ترا ہی قرب ضمانت ہے قربِ مولا کی
کہ اس کی ذات کو بھی احترام تیرا ہے

ترے جلال پہ حاوی جمال ہے تیرا
تمام عفو ہے جو انتقام تیرا ہے

رہے نہ اَسْوَد و اَبْیَض نہ احمر و اصفر
یہ کام تُو نے کیا ہے یہ کام تیرا ہے

چھلک رہا ہے جو دن رات جام رحمت کا
مرے کریم یہ کَاسُ الکِرام تیرا ہے

کتاب و کرسی و لَوح و قلم ہیں تیرے لیئے
کہ بزمِ کُن میں ہے جو کچھ تمام تیرا ہے

جہاں قرار ملا مجھ سے بے قراروں کو
قرارگاہ وہ دارالسلام تیرا ہے

سبھی حسین ترے حُسن کے بھکاری ہیں
کہ ناتمام ہیں اَور حُسنِ تام تیرا ہے

خدا کرے کہ خدا مہرباں ہو جائے
کہ ذکر میری زباں پر مدام تیرا ہے

عجب نہیں ہے کہ مضطر کی لاج رہ جائے
کہ بے ہُنر تو ہے لیکن غلام تیرا ہے

(چوہدری محمد علی)

ایک یادگار دن کا تذکرہ

مقالہ خصوصی

۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء

۱۲ جنوری ۱۹۸۹ء

۱۲ جنوری ایک ایسی تاریخ ہے جس کے ہر سال آتے ہی ایک انقلابی اور تاریخ ساز شخصیت کی یاد ذہن و دماغ کے پردے پر روشن ہوجاتی ہے اور جب یہ تاریخ ہو بھی ۱۹۸۹ء کی جبکہ ۱۸۸۹ء کے بعد سے اس تاریخ کی اہمیت پر ایک سو سال پورے ہوجاتے ہوں تو پھر اس تاریخ کی اہمیت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔

ذہن و دل حیران ہوتے ہیں کہ ۱۸۸۶ء میں کی جانے والی وہ پیشگوئی جس کے نصف صد سے زائد اجزاء تھے کیسی حیران کن قوت اور شوکت کے ساتھ پوری ہوئی کہ ہر صاحب بصیرت اللہ تعالیٰ کی ہزار بار حمد کرنے پر بے ساختہ مجبور ہو جاتا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ جس بچے کی پیدائش کی پیشگوئی کی جارہی ہے وہ پیدا بھی ہوگا یا نہیں۔ پھر پیدا ہوگا تو زندہ بھی رہے گا یا نہیں۔ زندہ رہے گا تو کس قدر عمر پائے گا۔ پھر بڑے سے بڑے اور نیک سے نیک لوگوں کے گھروں میں پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں بھی کون کہہ سکتا ہے کہ یہ بچہ عظمت پائے گا یا نہیں اور پھر عظمت بھی کیسی پائے گا کہ دنیا کے کناروں تک شہرت پا جائے گا۔ اور دنیا کے کناروں تک پائی جانے والی شہرت بھی کوئی معمولی شہرت نہیں بلکہ ایسی رفیع الشان اور عظیم شہرت ہے کہ قومیں اس سے برکت پاتی ہیں۔ اس کے دم قدم سے ہزاروں اسیر رہائی پاتے ہیں۔ دنیا کے کونے کونے میں اس کی ذہانت، اس کی روحانیت، اس کی فکریوں شہرت پاتی ہے کہ عالم گنگ ہوجاتا ہے۔

اتنی پیش خبریاں، اتنی باریکیوں کے ساتھ کون کرسکتا ہے اور پھر کونسی طاقت ہے جو ان پیش خبریوں کا لفظ لفظ بلکہ حرف حرف آفتاب نصف النہار کی سی صداقت کے ساتھ پورا کر دیتی ہے۔

وہ دل کا حلیم، وہ سخت ذہین و فہیم، وہ عظیم و پاکیزہ اور مطہر وجود فضل عمر حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد کا وجود باجود تھا اور وہ نام نامی اور اسم گرامی، وہ تھا جس پر دنیا بھر کی یونیورسٹیاں ریسرچ کیا کریں گی تو حیرانی سے طلباء اور اساتذہ سوچا کرینگے کہ کس عظمت و رفعت اور کس مرتبہ کا شخص تھا اور یہ

شعر بار بار اور کئی بار کئی ملکوں اور کئی صدیوں تک دوہرایا جاتا رہے گا ـــــ

اِک روز آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
مِلّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

آج ـــ ۱۲ جنوری ۱۹۸۹ء ہے ۔ حضرت فضلِ عمر مصلح موعود کا صد سالہ یومِ ولادت !!
جماعت احمدیہ کے صد سالہ جشنِ تشکر سے منسلک۔ اسی طرح جس طرح فضلِ عمر کی ذاتِ گرامی جماعتِ احمدیہ سے منسلک اور متحد تھی ؎

حضرت امام جماعت احمدیہ کے زندگی بخش خطبات

اپنی بدیوں کو پہچاننے کا شعور بیدار کریں!

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۹؍ دسمبر ۱۹۸۸ء)

دنیا میں جتنے بھی علوم ہیں جب انسان ان پر غور کرتا ہے وہ ایک دوسرے سے ملنے لگتے ہیں۔ سائنسی اصطلاح میں یہ آپس کا علمی اتحاد ایک ایسی چیز ہے جسے کوئی ذی شعور نظر انداز نہیں کر سکتا۔ چنانچہ فزکس کیمسٹری، بیالوجی اور حساب الگ الگ مضامین ہیں لیکن جوں جوں آپ ان علوم پر غور کرتے چلے جائیں آپ یہ محسوس کرتے چلے جاتے ہیں کہ ان کا آپس میں ایک گہرا اور اٹوٹ تعلق ہے۔ آئن سٹائن نے جو وحدت کا تصور پیش کیا ہے اور جس پر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے بھی بہت کام کیا ہے وہ بھی دراصل اسی وحدت کے تصور کا ایک اظہار ہے کہ دنیا میں چار بنیادی طاقتیں ہیں جن سے تمام علوم پیدا ہوتے ہیں۔ سائنسدانوں کے نزدیک دراصل چار نہیں بلکہ ایک ہی قوت کے مختلف مظاہر ہیں اور اس طرح بالآخر توحید کامل تک انسان پہنچ جاتا ہے۔

حضور نے فرمایا دینی علوم میں بھی یہی حال ہے دین کا ہر پہلو وحدت کی طرف لے کر جاتا ہے کیونکہ تقویٰ سارے دین کی جان ہے۔ جوں جوں تقویٰ ترقی کرتا ہے غیر اللہ کے تمام نشان مٹاتا چلا جاتا ہے بالآخر خدائے واحد کے سوا کائنات میں اور کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے تقویٰ پر اتنا زور دیا ہے کہ گزشتہ تمام علماء اور فقہاء نے ملکر بھی تقویٰ پر اتنا زور نہیں دیا۔ حضور نے فرمایا ایک تقویٰ وہ ہے جو دینی علوم کے مطالعہ سے پیدا ہوتا ہے اور ایک تقویٰ وہ ہے جو انسانی فطرت میں نقش کر دیا گیا ہے اس کے بغیر آپ اگلا سفر نہیں کر سکتے۔

قرآن کریم بتاتا ہے کہ دیکھو جسے ہم تقویٰ کہتے ہیں اسی میں تمہاری فلاح ہے۔ سورہ التّین میں اس مضمون کو بیان فرمایا ہے کہ ہم نے تو انسان کو بہترین تقویم سے پیدا فرمایا تھا لیکن یہ کیسا ذلیل و رسوا ہو گیا کہ اپنی گراوٹ کے انتہائی مقام تک لوٹ گیا۔ اس لئے تقویٰ کا لفظ کوئی معمولی لفظ نہیں اس کے لئے فجور کی اصطلاح سے واقفیت ضروری ہے ورنہ انسان تقویٰ کے مفہوم اور تقویٰ کی سچی روح کو پا نہیں سکتا۔

انسان کو اپنی کمزوری کا صحیح مفہوم تقویٰ اور فجور کے علم، احساس اور شعور کے ملنے سے پیدا ہوتا ہے اور سچائی کے بغیر کوئی تقویٰ نصیب نہیں ہو سکتا۔ پس ہر شخص جو کسی بُرائی یا بدی سے بھاگ کر خدا کی طرف جاتا ہے وہ توحید کی طرف جاتا ہے۔ کیونکہ تقویٰ وہ روشنی ہے جو دین کی راہ دکھاتی ہے تقویٰ وہ اندرونی نور ہے جس کی مشعل کو ہاتھ میں لیکر آپ ساری روحانی مسافتیں طے کرتے ہیں اس لئے اس کو پہلے اپنے دل سے شروع کریں اور یہ یاد رکھیں کہ ہم نے دنیا کی تقدیر بدلنی ہے۔ جو اپنی تقدیر نہیں بدل سکتا وہ دنیا کی تقدیر کیسے بدل سکتا ہے۔

حضور نے فرمایا خدا تعالیٰ آپ کو نہیں چھوڑیگا جب تک آپ کو ان کاموں کا اہل نہیں بنا دیتا جو اس نے آپ کے سپرد کئے ہیں۔ ہماری خاطر نہ بھی اپنے انبیاء کے ان پیارے مومنوں کی خاطر جن سے خدا نے یہ وعدے کئے ہیں وہ ضرور جماعت کو اس کی منزل تک پہنچائے گا۔ لیکن اس منزل تک پہنچنے کے لئے ہم سب کو محنت کرنی پڑے گی اور اس کا آغاز اپنے نفس سے کرنا ہوگا۔ پس اپنے دل کی سچائی کو ڈھونڈ کر اس سے چمٹ جائیں اور اس فطری تقویٰ سے تعلق قائم کرنے کے لئے اپنی بدیوں کا علم حاصل کریں۔ گہری نظر سے اپنے نفس کا تجزیہ کریں۔ باہر سے آنے والا کوئی آپ کو نہیں بتائے گا کہ آپ کے اندر کیا نقائص ہیں۔ دل میں پلنے والے نقائص سے ہر دوسرا انسان بے خبر ہے۔ پس اپنی کمزوریوں کو پہچاننے کا شعور بیدار کریں۔

صبر اور قناعت کی صفت مالی لین دین کی خرابیاں پیدا کرنے سے بچاتی ہے

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۶ دسمبر ۱۹۸۸ء)

حضور نے فرمایا میں نے گزشتہ جمعہ میں اللہ کی طرف دوڑنے کے مضمون پر روشنی ڈالی تھی کہ جب تک خطرے کی سمت کا پتہ نہ ہو بھاگنے والا اپنی سمت متعین نہیں کر سکتا۔ یہی حال گناہوں کا ہے جب آپ گناہ کا تعین کر دیں گے تو اس الٰہی صفت کا تعین خود بخود ہو جائے گا۔ اس مضمون کو سمجھنے کے بعد آپ کو کشتی نوح کی اس عبارت کی سمجھ آ سکتی ہے جس میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے گناہوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ جو ان گناہوں سے بھی توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ اس لئے

بعض دفعہ کم فہم لوگ اس عبارت کو پڑھ کر ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو ماننے والا کیا اس دنیا میں ایک بھی نہیں رہا۔ یقیناً ہیں لیکن انہوں نے اس عمارت میں داخل ہوتے وقت کوئی نہ کوئی سوراخ ایسے چھوڑ دیئے ہیں کہ وہ دیوار جو اُن کے گرد حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے بنائی ہے وہ ہر طرف سے اُن کی حفاظت نہیں کر رہی۔ گویا ایک پہلو سے خدا کی پناہ میں آنے کے باوجود بعض دوسرے پہلوؤں سے ہو سکتا ہے کہ امن کی حالت میں نہ رہیں۔

اس مضمون کو قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق میں ظلوماً جھولاً کے الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے یہ راز ہم پر کھولا ہے کہ جب انسان اپنی پرواہ چھوڑ دیتا ہے اور اپنے نفس کو خدا کی خاطر ہلاکت میں ڈالتا ہے تو وہ ظلوماً جھولاً کہلاتا ہے۔ تب اُسے آسمان سے لعلّك باخعٌ نفسكَ کی نوید آتی ہے۔

حضور نے فرمایا۔ انسان کی بعض صفات ایسی ہیں جو اُسے بُرائیوں سے پناہ دیتی ہیں۔ مثلاً انسان کی ایک صفت قناعت ہے جو اُسے بہت سی بُرائیوں سے بچاتی ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی کوئی صفتِ قناعت نہیں۔ یہاں حضور انور نے بڑی تفصیل کے ساتھ پہلے قناعت سے تعلق رکھنے والی بدیوں کا ذکر کیا اور پھر بتایا کہ قناعت خدا کی کس صفت سے تعلق رکھتی ہے۔

حضور نے فرمایا۔ ہمارے معاشرے کی عام بُرائیوں میں سے بہت سی ایسی خطرناک بیماریاں ہیں جن کا قناعت کے فقدان سے تعلق ہے۔ مثلاً ہر اچھی چیز میرے قبضۂ قدرت میں آجائے۔ اس خواہش کو انسان اگر اُبھارتا ہے اس کے نتیجہ میں بسا اوقات ایک ایسا مقام آجاتا ہے کہ وہ اس جذبے کو برداشت نہیں کر سکتا۔ ایسے موقع پر صرف صبر اس کے کام آسکتا ہے اس لیئے خدا تعالیٰ نے صبر پر بہت زور دیا ہے۔ اسی لیئے خدا تعالیٰ نے صبر کے مضمون کے ساتھ صاحب عزم ہونے کا مضمون بھی باندھا ہے۔ ایک صابر کی زندگی ایک مجاہد کی زندگی ہے مگر قناعت صبر کے سوا ایک اور طاقت ہے۔ جو شخص قانع نہ رہے وہ اگر صابر بھی ہو تب بھی اُس کی امنگیں اُس کی حیثیت اور توفیق کی حدوں سے باہر چھلانگ لگا رہی ہوتی ہیں۔ پس قناعت ایک عجیب صفت ہے اور یہ صفت خدا تعالیٰ کی صفت غناء سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ صفت خصوصیت کے ساتھ انبیاء کو عطا ہوتی ہے۔ انبیاء خدا کے بندے ہونے کے باوجود اس خدا کی صفت سے اپنے دل کو پہلے اچھی طرح منوّر کر لیتے ہیں اور غناء کی صورت میں قانع بنتے ہیں اُن کی سیرت اُن کی خوبیوں کا مجسّمہ بنی ہوئی ہوتی ہے۔ لیکن دنیا اُن کی ساری خوبیوں کا انکار کر رہی ہوتی ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں۔ چنانچہ قانع لوگوں کی زندگیاں غیر قانع لوگوں کی نسبت بہت زیادہ مطمئن ہوتی ہیں۔ اس لیئے صبر اور قناعت دونوں کو اپنی حفاظت کے لیئے استعمال کرنا چاہیئے۔

حضور نے فرمایا۔ مالی لین دین کی خرابیوں میں یہ دونوں صفات انسان کے بہت کام آسکتی ہیں۔ پس فِرُّوا اِلَى اللّٰه کا ایک پہلو یہ ہے کہ ہم اپنے خطروں کی نشاندہی کریں۔ جتنا زیادہ آپ کو خطرے کی پہچان ہوگی اور اس کی ہلاکت خیزی سے آپ واقف

ہوں گے اُتنا ہی زیادہ آپ کے اندر بے چینی پیدا ہو گی۔

حضور نے فرمایا بہت سے گناہ ایسے ہیں جن کے متعلق انسان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کتنا مہلک گناہ ہے۔ جھوٹ اُن میں سے ایک ہے جو تمام گناہوں سے بڑھ کر مہلک ہے مگر انسان کو سب سے کم اسکی ہلاکت خیزی کا احساس ہے۔ آپ کو ہمیشہ معلوم ہو گا کہ جھوٹ بولنے کے وقت ہمیشہ دو آوازیں اُٹھتی ہیں ایک آواز توحید کی ہوتی ہے اور ایک شرک کی ہوتی ہے۔ اس تفصیل سے جب آپ اپنے جھوٹ بولنے کے پس منظر پر غور کریں گے تو آپ کا دل کانپ اُٹھے گا کہ ہر جھوٹ پر آپ خدا کے مقابل پر ایک فرضی بُت کی پناہ میں جاتے ہیں۔

حضور نے فرمایا جب تک آپ بیماریوں کو پہچانیں گے نہیں آپ کو یہ معلوم نہیں ہو گا کہ یہ کتنا بڑا کینسر ہے، کیسا ناسور ہے اور پھر ہی آپ کو حق کی طرف بھاگنے کی توجہ پیدا ہو گی۔ پس خدا کی طرف بھاگیں اور دعا پر زور دیں۔ یہ مضطر کی دعائیں ہیں جو انسان کو گناہوں سے بچا سکتی ہیں۔ اس لیئے میں ہر احمدی بڑے اور چھوٹے کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ فی الحال دوسروں پر تنقید کو چھوڑ کر اپنے نفس پر تنقید شروع کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ گُر بتایا ہے کہ مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہوتا ہے۔ پس اپنے نفسوں کی طرف توجہ کریں اور اپنے نفس میں ڈوب کر جو تربیت کے گُر سیکھیں اُن کو اپنے بھائیوں کے لیئے استعمال کریں اور ہمیشہ اللہ کی پناہ مانگتے رہیں ؛

اگلی پوری صدی مباھلے کی برکات کے پھل کھاتی رہیگی

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ دسمبر ۱۹۸۸ء

حضور نے خطبہ کے آغاز میں قناعت کا مضمون بیان فرمایا اور یہ نکتہ بیان فرمایا کہ قناعت کا توحید سے گہرا تعلق ہے۔ جو لوگ اپنی خواہشوں کو محدود نہیں کر سکتے اُن کا انجام لازماً شرک پر ہوتا ہے پس دنیا میں آپ کبھی بھی ایسے شخص کی ضمانت نہ دیں جو قانع نہیں ہے۔ حضور نے فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ ہر وہ شخص جو قانع نہیں ہے وہ لازماً مشرک ہے میں یہ کہتا ہوں کہ اس نے شرک کا خطرہ مول لے لیا ہے۔ اور اگر وہ ناجائز رستوں کو نہیں چھوڑے گا تو اُس کا ہر قدم اُس کو شرک کی طرف لے کر آگے بڑھے گا۔

مباہلہ کے بارے میں حضور نے فرمایا کہ اس میں ایک نئی بات یہ پیدا ہوئی ہے کہ بعض مولوی صاحبان

نے یہ کہا ہے کہ ایک وقت مقرر کر لیا جائے اور اُس وقت دُعا کی جائے مگر اس ضمن میں انہوں نے یہ چالاکی کی اور یہ کہا کہ وہ چونکہ سچے ہیں اس لیئے خود پر لعنت نہیں کریں گے بلکہ صرف احمدیوں کے بارے میں ایسا کہیں گے۔ حضور نے فرمایا یہ مباہلہ جیسی سنجیدہ بات سے تمسخر بلکہ ظلم ہے اور آنحضرت صلعم کی گستاخی ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں سے مباہلہ کیا تو کیا نعوذ باللہ حضور صلعم کو اپنی صداقت کا یقین نہیں تھا؟ حضرت امام جماعت احمدیہ نے فرمایا کہ یہ لوگ ایسے جاہل ہیں کہ اپنی نجات کے لیئے خدا اور رسول صلعم پر بھی حملے کرنے پڑیں تو اپنی فرار کی راہیں یہ ضرور نکالیں گے۔ اس لیئے میں یقین رکھتا ہوں کہ جتنی لعنتیں یہ ہم پر ڈالیں گے یہ ساری لعنتیں اُلٹ کر اُنہی پر پڑیں گی اور یہ ساری لعنتیں اللہ کی رحمتوں کے پھول بن کر جماعت پر برسیں گی۔ حضور نے فرمایا احمدیت ایک سچائی ہے چنانچہ بہت سے لوگ مباہلہ کا اشتہار پڑھ کر احمدی ہو گئے ہیں۔ حضور نے فرمایا انشاء اللہ مباہلہ کے باقی چھ ماہ بھی بلکہ اگلا سال اور اگلی ساری پوری کی پوری صدی اِس مباہلے کی برکتوں کا پھل کھاتی رہے گی۔

وقفِ جدید میں شامل ہونے والوں کی تعداد بڑھائی جائے

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ جنوری ۱۹۸۹ء

تشہد تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا :-

یہ جمعہ ۱۹۸۹ء کا پہلا جمعہ ہے اور سابقہ روایات کے مطابق نئے سال کے پہلے جمعہ یا گزشتہ سال کے آخری جمعہ میں وقفِ جدید کے سالِ نو کا اعلان ہوا کرتا ہے لیکن اس سے پہلے کہ میں وقفِ جدید سے متعلق کچھ کہوں تمام دنیا کی جماعتوں کے تمام احباب اور خواتین اور بچوں کو نئے سال کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

یہ سال ہمارے لیئے خاص اہمیت کا سال ہے کیونکہ تقریباً دو مہینے سترہ دن کے بعد احمدیت کی نئی صدی کا سورج طلوع ہونے والا ہے۔

حضور نے وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا اب میں وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان کرتا ہوں۔ وقفِ جدید پہلے صرف پاکستان اور ہندوستان کی حد تک محدود تحریک تھی لیکن گزشتہ تقریباً تین سال سے اِسے ساری دنیا میں پھیلا دیا گیا ہے۔ پاکستان کے لحاظ سے جماعت وقفِ جدید کی قربانی میں مسلسل آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

حضور انور نے وصولی کے چار سالہ گوشوارہ کا ذکر

کرکے فرمایا کہ مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ جس رفتار سے اللہ تعالیٰ پاکستان کی جماعتوں کو آگے قدم بڑھانے کی توفیق عطا فرما رہا ہے اس سال بھی ویسا ہی سلوک فرمائے گا۔

حضور ایدہ اللہ نے دعا کی تحریک کے طور پر مالی قربانی میں غیر معمولی طور پر حصہ لینے والی جماعتوں میں پہلے دفتر اطفال کی مناسبت سے پاکستانی اور پھر عام چندہ وقفِ جدید کی مناسبت سے پاکستانی اور غیر پاکستانی جماعتوں کا ذکر کرکے فرمایا کہ موصولہ ترتیب درست نہیں لگتی تاہم جیسے یہ ترتیب قائم کی گئی ہے مَیں نے ویسے ہی پڑھ دی ہے۔ مَیں یہ وضاحت بھی کر رہا ہوں تاکہ جماعتیں پھر یہ احتجاج نہ شروع کر دیں کہ ہم نے زیادہ دیا تھا اور آپ نے ہمارا نام پیچھے پڑھ دیا۔ جو بھی اللہ کے نزدیک قربانی کے لحاظ سے آگے ہے اُسے اللہ تعالیٰ اپنی رضا میں بھی آگے رکھے۔

وقفِ جدید کی تحریک کو بیرونی دنیا تک ممتد کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اس کی دو وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ ہر نیکی میں حصہ لینے کی انسان کے دل میں تمنا ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ یہ تحریک آغاز میں صرف پاکستان اور ہندوستان میں محدود کی گئی تھی۔ لیکن جب شدھی کے خلاف جہاد کی ضرورت پیش آئی تو چونکہ ہندوستان کی وقفِ جدید میں اتنی استطاعت نہیں تھی کہ وہ مسلمانوں کو مرتد بنانے کی منظم کوششوں کا مقابلہ کر سکتی۔ اس لیئے مَیں نے وقفِ جدید کو مستقلاً تمام دنیا پر جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور مقصد یہی تھا کہ یہ سارا روپیہ جب تک ضرورت موجود ہے ہندوستان کے لیئے وقف کیا جائے۔ اور جب یہ ضرورت پوری ہو گئی تو اس روپے کو دیگر ممالک کے بچوں کی تربیت کے لیئے استعمال کیا جائے گا اور جس طرح معلّمین تیار کیئے جاتے ہیں جو قرآن کی ابتدائی تعلیم اور نماز روزہ کی تعلیم دے سکیں تو وہ تیار کرکے غیر ملکوں میں بھی رکھے جا سکتے ہیں۔ یہ تحریک اللہ نے چاہا تو ایک لمبی چلنے والی تحریک ہے اور بہت ہی نتیجہ خیز ثابت ہوگی۔ لیکن سرِدست تو فوری ضرورت ہمیں ہندوستان کے لیئے ہے۔

حضور نے فرمایا مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ وہ جماعتیں جو اس تحریک کے فوائد سے غافل رہنے کی وجہ سے اس میں کم حصہ لیتی رہی ہیں اب اس تحریک میں پہلے سے بڑھ کر حصہ لیں گی۔ اور آخر پر یہ بات یاد دہانی کے طور پر کہتا ہوں کہ اپنے بچوں کو کثرت سے اس میں شامل کریں۔ کوشش یہ کرنی چاہیئے کہ کوئی بھی احمدی بچہ ایسا نہ رہے جو وقفِ جدید میں شامل نہ ہو۔ باہر کی دنیا میں تعداد بڑھانے کی طرف خصوصیت سے توجہ دی جائے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر تعداد بڑھائی جائے اور تھوڑا تھوڑا چندہ بھی بچے اور بعض نئے شامل ہونے والے پیش کریں تو سرِدست جو فوری ضروریات ہیں وہ اللہ نے چاہا تو پوری ہو جائیں گی۔

حضور نے فرمایا چونکہ ہندوستان کو خدا تعالیٰ نے آئندہ دینِ حق کا قلعہ بنانے کے لیئے چُنا تھا، اور ہندوستان میں ہی امام پیدا فرمایا تھا اس لیئے اس ملک کی بہت غیر معمولی اہمیت ہے۔ اگر یہ دینِ حق میں داخل ہو جائے تو دنیا کی عظیم ترین دینِ حق کی مملکت بنے گا۔ اور اگر احمدی تربیت کے تابع ایسا ہو تو ساری دنیا میں سب سے زیادہ عظیم طاقت بن سکتا ہے۔ کیونکہ احمدیت جس طرح دینی اخلاق پر زور دیتی ہے اور انہیں انسانوں کی زندگی میں ڈھالتی

(بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

آسماں میرے لئے تُو نے بنایا اِک گواہ
چاند اور سُورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

ماہ اکتوبر ۱۹۸۸ء کے "خالد" میں "حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان" یعنی کسوف و خسوف کے بارے میں ایک تفصیلی مضمون شائع ہوا تھا۔ اسی سلسلہ میں ذیل کی چند سطور تحریر ہیں کہ کسوف و خسوف کا دیگر مذاہب میں بھی ذکر ملتا ہے۔

انجیل میں لکھا ہے :۔

"ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا۔ اور ستارے آسمان سے گرینگے ..... اُس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا۔" (متی ۲۴/۲۹)

ہندو دھرم میں کلنکی اوتار کی آمد کی نشانی یہ بتائی گئی ہے :۔

"اندر چندر یشچ سوریشچ تتھا تشں برہستی ایک راشو سمپشتی تدا بھوتی تت کرتم۔" (بھاگوت پران شلوک نمبر ۱۱۶، ادھیائے ۲)

(یعنی جب) چاند سورج اور برہسپتی ایک راشی میں جمع ہو جائیں گے۔ تب ست یگ شروع ہوگا (ہندوؤں کے عقیدہ کی رُو سے یہ علامت پوری ہو چکی ہے)۔

(چیتاؤنی صہ ۹)

سکھ مذہب میں اس کا ذکر یوں ہے :۔

"نہہ کلنک بجی ڈنک جتر وول روند جیو۔" (گورو گرنتھ صہ ۱۴۰۳)

اس کی تشریح بھائی بھگوان سنگھ جی گیانی یوں کرتے ہیں کہ :۔

"نہہ کلنک جب مبعوث ہوگا تو وہ اپنے مشن کی تبلیغ کو ڈنکے کی چوٹ سے کریگا اور سورج چاند اس کے مددگار ہوں گے (یعنی اس کی تصدیق کریں گے)۔"

(بھگت بانی سٹیک صہ ۱۵۴۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشگوئی کے بارے میں یہ حیرت انگیز انکشاف بھی فرمایا تھا کہ :۔

اِنَّ الشمسَ تنکسِفُ مرَّتَینِ فِی رَمَضَانَ ۔ (مختصر تذکرہ قرطبی صہ ۱۴۸)

بالقطب الربانی الشیخ عبدالوہاب الشعرانی ؒ

یعنی یہ کہ امام مہدی کی صداقت کیلئے کسوف وخسوف کا یہ نشان ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ ظہور میں آئے گا۔ اور ہوگا بھی رمضان المبارک کے مہینے میں۔

چنانچہ کسوف وخسوف کا یہ نشان دو دفعہ کروڑوں آدمیوں نے دیکھا۔ پہلی دفعہ ہندوستان میں ۱۸۹۴ء میں چاند گرہن ۲۱ مارچ کو اور سورج گرہن ۶ اپریل کو نظر آیا اور دوسری دفعہ امریکہ میں ۱۸۹۵ء میں چاند گرہن ۱۱ مارچ اور سورج گرہن ۲۶ مارچ کو دنیا نے دیکھا۔ اس زمانے کے مشہور مصری مؤرخ سید محمد حسن نے بھی اپنی تالیف المھد فی الاسلام صلا۲ میں اس تاریخی کسوف وخسوف کا ذکر کیا ہے۔

(مرزا خلیل احمد قمر)

بقیہ - خطبات

ہے اس سے طاقت پیدا ہوا کرتی ہے اور اگر ہندوستان احمدی ہوجائے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی تیزی سے ساری دنیا کے احمدی ہونے کے سامان پیدا ہونے شروع ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پیامِ حیات

تجھ سے ملی حیات نظامِ حیات بھی
وابستہ ہے تجھی سے قیامِ حیات بھی

تیری صدا جو رات کے پچھلے پہر سنی
قندِ نبات بھی ہے پیامِ حیات بھی

تیرے حبیبؐ سے ہے محبت متاعِ جاں
اس پر درود بھی ہے سلامِ حیات بھی

ہر گام پر خودی نظر آئی انا پرست
یہ تیغِ زندگی ہے نیامِ حیات بھی

کہتے ہیں لوگ موت تو ہے قاطعِ حیات
لیکن یہی ہے وجہِ دوامِ حیات بھی

ہے دل کی کیفیت پہ زمانے کا انحصار
صبحِ حیات بھی ہے یہ شامِ حیات بھی

مرگِ عوام جن کے لیئے ایک جشن ہے
اے کاش لیں کبھی تو وہ نامِ حیات بھی

یوں مطمئن ہیں روزنِ دیوار و در سے ہم
لیکن نظر میں رہتا ہے بامِ حیات بھی

لیتے ہیں ایک ہاتھ سے ہر سانس کا حساب
دیتے ہیں ایک ہاتھ سے جامِ حیات بھی

ہوش و خرد نسیم نہیں اتنے معتبر
ورنہ بھی ہے یہی دامِ حیات بھی

(نسیم سیفی)

حضرت بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی سادگی، عاجزی، نرمی اور عفو

قسط نمبر ۲

خدا کے مسیح کی نشست گاہ تخت پوش کا کونہ

حضرت اقدس کی طبیعت میں سادگی اور بے نفسی کا عنصر کس قدر غالب تھا اس کا بیان حضور کی زندگی میں جابجا ملتا ہے۔ نشست و برخاست میں سادگی، لباس اور پہناوے میں سادگی کے ایسے حیران کن مناظر دیکھنے میں آتے ہیں کہ نمود و نمائش اور چکا چوند سے بھرپور زندگی سے نفرت ہونے لگتی ہے کہ جب دنیا کا موعود اقوام عالم جو خدا کے پیار کے تخت پر بڑی جاہ و جلال سے ایستادہ ہے وہ عظیم و جلیل وجود ہر قسم کی نمود و نمائش سے مبرا تھا تو ہم عام لوگ جو دنیا وی گندوں میں گردن گردن دھنسے ہوئے ہیں تکلفات سے لبریز زندگی سے خدا کی رضا کا کونسا حصہ حاصل کر لیں گے۔

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے ایک رفیق حضرت غلام حسین صاحب کی زبانی ایک بے تکلف محفل کا نقشہ ملاحظہ ہو! وہ فرماتے ہیں ایک دفعہ جب پہلے پہل میں قادیان گیا تو حضرت صاحب بیت المبارک کے شمالی مکان میں ایک تخت پوش پر تشریف فرما تھے۔ غالباً جمعہ کا روز تھا۔ السلام علیکم اور مصافحہ کے بعد حضور نے تخت پوش پر ہمیں جگہ دی اور پیچھے سرک گئے۔ پھر ایسا ہوا کہ جو لوگ بیت المبارک میں تھے اُن کو بھی پتہ لگنا شروع ہو گیا کہ حضور احباب کرام سے ملاقات فرما رہے ہیں چنانچہ لوگ آنے شروع ہو گئے۔ جو بھی آدمی آتا اس سے مصافحہ کر کے اُسے اُسی تخت پوش پر جگہ دیتے اور خود پیچھے سرک جاتے۔ ہوتے ہوتے یہ ہوا کہ اس دور کا روحانی بادشاہ کمال بے نفسی، سادگی اور عاجزی کا مرقع بنا ہوا کھسکتا کھسکتا تخت پوش کے پائے پر جا بیٹھا کیونکہ تمام تخت پوش ملنے والوں سے پُر ہو گیا تھا۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا بیان

آپ کی نشست و برخاست میں سادگی اور بے نفسی کے طریق کا ایک جامع تذکرہ، سیرت کے موضوع پر آپ کے اوّلین تذکرہ نگار حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی جن کو اللہ تعالیٰ نے "لیڈر قوم" کا خطاب عطا فرمایا، نے اپنی کتاب سیرۃ مسیح موعود میں کیا ہے جذبات عشق و فدائیت سے پُر اس مختصر سی کتاب میں ایک جگہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب لکھتے ہیں:۔

"آپ کے مزاج میں وہ تواضع اور انکسار اور ہضم نفس ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ زمین پر آپ بیٹھے ہوں اور لوگ فرش پر یا اونچے بیٹھے ہوں آپ کا قلب مبارک ان باتوں کو محسوس بھی نہیں کرتا۔ چار برس کا عرصہ گزرتا ہے کہ آپ کے گھر کے لوگ لدھیانہ گئے ہوئے تھے۔ جون کا مہینہ تھا اور اندر مکان نیا نیا بنا تھا۔ میں، دوپہر کا وقت تھا، وہاں چارپائی بچھی ہوئی تھی، میں اس پر لیٹ گیا۔ حضرت ٹہل رہے تھے۔ میں ایک دفعہ جاگا تو آپ فرش پر میری چارپائی کے پاس نیچے لیٹے ہوئے تھے، میں ادب سے گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ آپ نے بڑی محبت سے پوچھا آپ کیوں اٹھے ہیں؟ میں

نے عرض کیا آپ نیچے لیٹے ہوئے ہیں مَیں اُوپر کیسے سوئے رہوں۔ مسکرا کر فرمایا مَیں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ لڑکے شور کرتے تھے انہیں روکتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آوے۔

باہر بیت المبارک میں آپ کی نشست کی کوئی خاص وضع نہیں ہوتی۔ ایک اجنبی آدمی آپ کو کسی خاص امتیاز کی معرفت پہچان نہیں سکتا۔ آپ ہمیشہ دائیں صف میں ایک کونے میں بیت الذکر کے اس طرح مجتمع ہو کر بیٹھتے ہیں جیسے کوئی فکر کے دریا میں خوب سمٹ کر تیرتا ہے۔ مَیں جو اکثر محراب میں بیٹھتا ہوں اور اس لئے داخلی دروازہ کے عین محاذ میں ہوتا ہوں۔ بسا اوقات ایک اجنبی جو مارے شوق کے سرزدہ اندر داخل ہوا ہے تو سیدھا میری طرف ہی آیا ہے۔ اور پھر خود ہی اپنی غلطی پر متنبہ ہوا ہے یا حاضرین میں سے کسی نے اسی حقدار کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ آپ کی مجلس میں احتشام اور وقار اور آزادی اور بے تکلفی دونوں ایک ہی وقت میں جمع رہتے ہیں۔ ہر ایک خادم ایسا یقین کرتا ہے کہ آپ کو مخصوصاً مجھ سے ہی پیار ہے۔ جو جو کچھ چاہتا ہے بے تکلفی سے عرض کر لیتا ہے گھنٹوں کوئی اپنی داستان شروع رکھے اور وہ کیسی ہی بے سروپا نہ ہو آپ پوری توجہ سے سُنے جاتے ہیں۔ بسا اوقات حاضرین اپنی بساط قلب اور وسعت حوصلہ کے موافق سُنتے سُنتے اُکتا گئے ہیں ــــ انگڑائیاں اور جمائیاں لینے لگ گئے ہیں۔ مگر حضرت کی کسی حرکت نے ایک لحظہ کے لیے بھی کبھی کوئی ملال کا نشان ظاہر نہیں کیا۔ آپ کی مجلس کا یہ رنگ نہیں کہ آپ سرنگوں اور متفکر بیٹھے ہوں اور حاضرین سامنے حلقہ کیے یوں بیٹھے ہوں جیسے دیواروں کی تصویریں ہیں ..... ایک دفعہ ایک شخص جو دنیا کے فقیروں اور سجادہ نشینوں کا شیفتہ اور خو کردہ تھا ہماری بیت الذکر میں آیا اور لوگوں کو آزادی سے آپ سے گفتگو کرتے دیکھ کر حیران ہو گیا۔ آپ سے کہا کہ آپ کی بیت الذکر میں ادب نہیں۔ لوگ بے محابہ بات چیت آپ سے کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میرا یہ مسلک نہیں کہ مَیں ایسا تُند خو اور بھیانک بن کر بیٹھوں کہ لوگ مجھ سے ڈریں جیسے درندہ سے ڈرتے ہیں۔

نرمی کی انتہاء

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت اقدس کی نرمی، صبر اور عفو کا ایک اَور واقعہ یوں بیان فرمایا ہے۔ ایک روز ایک ہندوستانی جس کو اپنے علم پر بڑا ناز تھا اور اپنے تئیں جہاں گرد اور سرد و گرم زمانہ دیدہ و چشیدہ ظاہر کرتا تھا، ہماری بیت الذکر میں آیا اور حضرت سے آپ کے دعویٰ کی نسبت بڑی گستاخی سے باب کلام وا کیا۔ اور تھوڑی ہی گفتگو کے بعد کئی دفعہ کہا۔ آپ اپنے دعوے میں کاذب ہیں اور مَیں نے ایسے مکار بہت دیکھے ہیں۔ اور مَیں تو ایسے کئی بغل میں دبائے پھرتا ہوں۔ غرض ایسے ہی بے باکانہ الفاظ کہے۔

اِن گستاخیوں کو سوچیے، طرزِ کلام کا غیر شائستہ پن ملاحظہ کیجیے۔ ایسے شخص کو کوئی سخت جواب دینا بھی غلط نہ ہوتا۔ جو شخص ادب اور تہذیب کے دائرے سے اس بے باکی سے، عین سرِ محفل، نکل جاتا ہے وہ کسی نرمی کا مستحق نہیں۔ مگر وہ جو مثیلِ مسیح تھا اور مسیح بھی مسیح محمدیؐ تھا، اُس کی ذات میں ہر کسی کے لئے نرمی ہی نرمی تھی۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت یہ ساری باتیں سُنتے رہے مگر آپ کی پیشانی پر بَل تک نہ آیا۔ بڑے سکون سے سُنا کیے اور پھر بڑی نرمی

سے اپنی باری پر کلام شروع کیا۔

اِسی ضمن میں ایک روز حضور نے فرمایا :-

"مَیں اپنے نفس پر اتنا قابو رکھتا ہوں اور خدا تعالیٰ نے میرے نفس کو ایسا بنایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک سال بھر میرے سامنے بیٹھ کر میرے نفس کو گندی سے گندی گالی دیتا رہے آخر وہی شرمندہ ہوگا اور اسے اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ میرے پاؤں اپنی جگہ سے اُکھاڑ نہ سکا۔[۱]"

مباحثہ آتھم کا ایک واقعہ

نشست و برخاست کی سادگی کے ضمن میں مباحثہ آتھم کے وقت حضور کی کیفیت کا بیان ایک خاص اثر رکھتا ہے۔ مئی ۱۸۹۳ء کی گرمی میں یہ مباحثہ امرتسر میں ہوا۔ یہ مباحثہ سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں جنگِ مقدس کے نام سے مشہور ہے۔ مباحثہ کے شروع میں آپ ہال بازار میں مطبع ریاضِ ہند کے متصل ایک مکان میں قیام فرما تھے۔ ایک حصے میں حضور خود رہتے تھے اور دوسرے حصہ میں مہمانوں کا قیام تھا۔

حضرت عرفانی الکبیر فرماتے ہیں کہ ایک روز جب آپ مباحثہ کر کے واپس آئے تو دوسرے دن کا پرچہ لکھوانے کے لئے آپ کو تیاری کرنی تھی۔ حضرت مولوی اللہ دین صاحب امرتسری بائبل سے بعض حوالہ جات پر نشان لگانے پر مامور تھے اور حضرت عرفانی بھی انکو اُن کے اس کام میں مدد دیتے تھے۔ یہ دونوں بزرگ ان حوالہ جات کی فہرست تیار کر کے حضرت کے پاس لے گئے۔ اب حضور کے دفتر کی کیفیت ملاحظہ ہو حضرت عرفانی بیان کرتے ہیں کہ گھر میں کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں حضرت اقدس علیحدہ بیٹھ سکتے۔ مکان کا وہ حصہ جو مردوں کی رہائش کے لئے تھا مہمانوں سے بھرا ہوا تھا (بعد میں حضور اس مکان کی تنگی کے پیشِ نظر دوسرے مکان میں منتقل ہوگئے) حضرت عرفانی بیان کرتے ہیں کہ اس مکان میں جگہ نہ تھی۔ موسم خطرناک گرم تھا۔ حضرت اقدس اس موقعہ پر کوٹھے پر دیوار کے سایہ میں ایک معمولی چٹائی بچھا کر بیٹھے تھے اور کاغذات پڑھ رہے تھے۔ اس چٹائی پر کوئی دری، کوئی تکیہ کچھ بھی نہ تھا اور وہ اتنی بڑی بھی نہ تھی کہ اس پر اگر آپ لیٹنا چاہتے تو لیٹ سکتے۔

حضرت عرفانی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت اقدس اس مکان سے اُٹھ کر خان محمد شاہ والے مکان میں چلے گئے تو آپ کو اسہال کی تکلیف تھی۔ آخری دن تو بہت ہی زیادہ اسہال آئے۔ جناب عرفانی کے بیان کے مطابق ان کو اور میاں اللہ دین صاحب کو مباحثہ کی تیاری کے ضمن میں اس مکان کے اندر حضور کے پاس جانا پڑا تو دیکھا کہ آپ ساری دنیاوی عیش و آرام سے قطع نظر ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ اور وہ چٹائی بھی کیا تھی کہ حضور کا نیچے کا جسم گھٹنوں تک زمین پر تھا مگر آپ نہایت بے تکلفی اور سادگی سے اس پر لیٹے ہوئے۔ حضرت عرفانی اور حضرت میاں اللہ دین صاحب کو دیکھ کر اُٹھ بیٹھے اور کام شروع ہوگیا۔ حضرت میاں اللہ دین صاحب نے ادب سے عرض کیا حضور فرمائیں تو یہاں کوئی دری بچھادی جائے فرمایا، نہیں مَیں سونے کی غرض سے تو نہیں لیٹا تھا۔ کام میں آرام سے حرج ہوتا ہے اور یہ آرام کے دن نہیں ہیں۔

---

[۱] سیرۃ حضرت مسیح موعود از حضرت مولوی عبدالکریم صاحب صفحہ ۳۸۔

خدا کے فضل و رحم سے ہر نعمت اور ہر آرام آپ کو میسّر آسکتا تھا مگر کبھی ناز و نعمت اور تکلف و عیش پرستی کو اختیار نہ فرمایا۔ اور جو بھی کبھی کمر سیدھی کرنے کے لیئے لیٹے ہیں تو محض اس لیئے کہ خدمتِ دین کے لیئے طاقت و قوت میسّر آجائے۔

کپور تھلہ کا سفر

تکلف اور بناوٹ سے کوسوں دُور حضرت اقدس کی زندگی کا ورق ورق سادگی اور بےنفسی کا مرقع ہے۔

آپ کے نہایت ہی وفادار اور پیارے رفیق حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی کی نہایت پُرلطف روایت ہے کہ ایک دفعہ منشی اروڑا صاحب مرحوم اور مَیں نے لدھیانہ میں حضور کی خدمت میں عرض کی کہ کبھی حضور کپور تھلہ میں تشریف لائیں۔ اُن دنوں کپور تھلہ میں ریل نہ آتی تھی حضور نے وعدہ فرمایا کہ ہم ضرور کبھی آئیں گے۔ اس کے بعد جلد ہی حضور بغیر اطلاع دیئے ایک دن کپور تھلہ تشریف لے آئے اور یکہ خانہ سے اُتر کر "بیت" فتح والی نزدیکہ خانہ واقع کپور تھلہ تشریف لے گئے۔ حافظ حامد علی صاحب ساتھ تھے۔ بیت" سے حضور نے مُلّا کو بھیجا کہ منشی اروڑا صاحب یا منشی ظفر احمد صاحب کو ہمارے آنے کی اطلاع کر دو۔ مَیں اور منشی اروڑا صاحب کچہری میں تھے کہ مُلّا نے آکر اطلاع دی کہ مرزا صاحب بیت" میں تشریف فرما ہیں اور انہوں نے مجھے بھیجا ہے کہ اطلاع کر دو۔ منشی اروڑا صاحب نے بڑی تعجب آمیز ناراضگی کے لہجہ میں پنجابی میں کہا،

"وِیکھو ناں۔ تیری بیت" وِچ آکے مرزا صاحب نے ٹھہرنا سی!"

مَیں نے کہا چل کر دیکھنا تو چاہیئے۔ پھر منشی صاحب جلدی سے صافہ (پگڑی) باندھ کر میرے ساتھ چل پڑے "بیت" میں جا کر دیکھا حضور فرش پر لیٹے ہوئے تھے اور حافظ حامد علی صاحب پاؤں دبا رہے تھے اور پاس ایک پیالہ اور چمچہ رکھا تھا جس سے معلوم ہوُا کہ شاید آپ نے دودھ ڈبل روٹی کھائی تھی۔ منشی اروڑا صاحب نے عرض کیا کہ حضور نے اس طرح تشریف لانی تھی ہمیں اطلاع فرماتے ہم کرتار پورہ سٹیشن پر حاضر ہوتے۔ حضور نے جواب دیا اطلاع دینے کی کیا ضرورت تھی۔ ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا وہ پُورا کرنا تھا۔

اللہ! اللہ! کیا سادگی اور عاجزی ہے کہ اپنے احباب کو اطلاع تک نہیں دی کہ مبادا وہ آپ کی خدمت خاطر میں زیر بار نہ ہو جائیں، کوئی تکلف نہ شروع کر دیں۔ اِس اندازِ سادگی سے آئے ہیں گویا ہَوا خوری کے لیئے باہر نکلے تھے۔ نہ کسی استقبال کی فکر نہ آرام کی طلب، نہ کھانے کا فکر نہ کسی التزام و اہتمام کی تمنّا۔ کچھ بھی تو نہ تھا۔ صرف سادگی تھی، عاجزی تھی، بےتکلفی اور عدمِ بناوٹ تھی۔

حضرت اقدس کا دسترخوان

کھانا کھاتے وقت حضور کی سادگی اور بےنفسی کا کس طرح مظاہرہ ہوتا تھا۔ اس کا بیان حضرت عرفانی الکبیر نے یوں کیا ہے کہ حضور کا یہ پاکیزہ معمول تھا کہ آپ اپنے دوستوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے۔ کبھی آپ نے یہ امتیاز نہ کیا کہ کون آپ کے پاس بیٹھا ہوُا ہے۔ اور نہ کبھی کسی کو محض اِس وجہ سے اٹھانے کو جائز سمجھا کہ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں

یا وہ اَن پڑھ زمیندار، یا کسی اَور قوم کا آدمی ہے۔ آپ کے دسترخوان پر ہر شخص آزادی کے ساتھ جہاں چاہتا بیٹھ جاتا۔ خاکی شاہ نامی ایک شخص جو راہوں کا رہنے والا تھا ایک وقت قادیان میں رہا کرتا تھا۔ حضرت عرفانی الکبیر اس کا ذکر کرکے بیان کرتے ہیں کہ وہ دنیاوی اعتبار سے ایک معمولی آدمی تھا۔ دنیا کے عرف کے لحاظ سے اپنی قوم یا شہر میں اُسے کوئی امتیازی درجہ حاصل نہ تھا۔ اس کی عادت تھی کہ جب کھانا لایا جاتا وہ کُود کر حضور کے قریب جا بیٹھتا۔ حضرت عرفانی بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے دیکھا کہ اگر وہاں جگہ تنگ ہے تو حضرت خود ایک طرف کو ہو کر بیٹھ جاتے اور اس کو جگہ دے دیتے۔ حضور نے ایک دن بھی یہ نہ کہا کہ تم یہ کیا کرتے ہو۔ گو حضور کے فدائی احباب کو اس شخص کی یہ حرکت بُری لگتی تھی مگر حضور کے ادب کی وجہ سے کوئی اُسے روکنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ مگر حضور نے کبھی اپنے ماتھے پر بَل تک نہ آنے دیا۔

بچے ہوئے ٹکڑے کافی ہیں

مباحثہ آتھم یعنی جنگِ مقدس کا ایک اَور واقعہ ہے۔ حضرت شیخ نور احمد صاحب مالک ریاض ہند پریس، جن کو حضرت اقدس کی کئی کتب اپنے پریس میں چھاپنے کی سعادت حاصل ہوئی، کا بیان ہے کہ ایک دن مہمانوں کی کثرت اور کام کی زیادتی کی وجہ سے اُن کی اہلیہ محترمہ حضور کے لئے رات کا کھانا رکھنا بھول گئیں۔ اگرچہ حضرت شیخ نور احمد صاحب نے اپنی اہلیہ صاحبہ کو اِس ضمن میں خاص تاکید اور ہدایت کی ہوئی تھی مگر مصروفیت کی کثرت اور کام کی زیادتی سے بھول ہوگئی۔ جب کافی رات گزر گئی تو حضرت اقدس نے بڑے انتظار کے بعد استفسار فرمایا۔ تب لوگوں کو احساس ہوا کہ حضور نے ابھی تک رات کا کھانا نہیں کھایا۔ یکدم پریشانی کی لہر تمام احباب میں دَوڑ گئی۔ رات کافی ہو گئی تھی، بازار بند ہو گئے تھے، جلدی میں نیا کھانا تیار کرنے کی کوشش شروع ہوئی۔ حضرت اقدس نے جو یہ بھاگ دَوڑ اور پریشانی دیکھی تو فوراً معاملہ جان گئے اور کمالِ سادگی، بے نفسی اور درویشی سے فرمایا اتنے تردد کی کیا ضرورت ہے۔ دسترخوان میں دیکھ لو کچھ بچا ہوا ہوگا وہی کافی ہے۔ میزبان شرمندہ اور پریشان تھے کہ حضرت اقدس کو لوگوں کے بچے ہوئے چھوٹے ٹکڑے کون کھلائے۔ مگر درویشی اور غناء کا مجسمہ اصرار کرتا ہے کہ دسترخوان ضرور دیکھو۔ ناچار وہی دسترخوان دیکھا گیا جس میں کئی بچے ہوئے چھوٹے بڑے ٹکڑے تھے حضرت اقدس نے ہاتھ بڑھایا اور فرمایا یہی کافی ہیں۔ یہ کہہ کر اُن میں سے ایک دو ٹکڑے لے کر کھا لیئے اور بس۔

حضرت عرفانی یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں بظاہر یہ واقعہ نہایت معمولی معلوم ہوگا مگر اس سے حضرت اقدس کی سادگی اور بے تکلفی کا ایک حیرت انگیز اخلاقی معجزہ نمایاں ہے۔ اس وقت حضور کے کھانے کیلئے نئے سرے سے انتظام ہو سکتا تھا اور اس انتظام کو جلد از جلد مکمل کر لینے میں سب احباب کو دلی مسرت اور خوشی حاصل ہوتی۔ مگر سادگی اور عاجزی کے شہنشاہ نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ اپنے پیاروں کو اتنی معمولی سی بھی تکلیف دی جائے۔ نہ اس بات کی پرواہ کی کہ پُرتکلف کھانا آپ کے لیئے نہیں آیا اور نہ اس غفلت اور بے پرواہی پر کسی سے جواب طلب کیا بلکہ نہایت خوشی اور کشادہ پیشانی سے دوسروں کی گھبراہٹ دُور کی۔ اور پھر کس چیز سے پیٹ بھرا۔ دسترخوان کے بچے ہوئے ٹکڑوں سے۔ کتنے

نفاست پسند، زود حس لوگ دنیا میں ہیں جو جاہ و مرتبہ رکھتے ہیں۔ ان جاہ وحشم کے مالک لوگوں کو بھی چھوڑیئے عام گھروں پر نظر ڈالیئے گھر کے کسی سربراہ کو کہا جائے کہ بچے ہوئے ٹکڑے کھالو تو ہزار بار ناک بھوں چڑھائیگا لیکن سوچنے کی بات تو یہی ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے دستر خوان کے بچے ہوئے ٹکڑے کھائے تو کیا آپ کی عزت کم ہوئی! کسی احمدی کے دل سے پوچھیں تو وہ یہی کہے گا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ دورِ حاضر کے معزز ترین اور محترم ترین انسان ہیں۔

(سیرت مسیح موعود، شمائل و اخلاق حصہ سوم صفحہ ۳۰۸-۳۰۹ از شیخ یعقوب علی صاحب تراب عرفانی)

نصف رات کا ایک واقعہ

حضرت اقدس کی سادگی اور بے تکلفی کا ایک عجیب و غریب واقعہ حضرت عرفانی الکبیر نے یوں درج کیا ہے:-

"۲۸ جنوری ۱۹۰۳ء کی صبح کو ساڑھے چار بجے کے قریب آپ کے مشکوئے معلّٰی میں ایک صاحبزادی امۃ النصیر نام پیدا ہوئی تھی جو ۳ دسمبر ۱۹۰۳ء کو فوت ہو گئی۔ صاحبزادی مرحومہ کی پیدائش سے پہلے اسی شب کو ۱۲ بجے کے قریب حضور کو "غاسق اللّٰہ"[1] الہام ہوا تھا۔ حضور اسی وقت مولوی محمد احسن صاحب مرحوم کے دروازے پر تشریف لائے۔ مولوی صاحب موصوف اُس وقت اُس حجرہ میں رہا کرتے تھے جو بیت مبارک کی سیڑھیوں پر جا کر صحن میں کھلنے والے دروازے کے دائیں ہاتھ کو تھا۔ اُس وقت وہ حصہ محض ایک صحن کا رنگ رکھتا تھا اور احباب تنگیٔ جگہ کی وجہ سے وہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔ رات کے بارہ بجے تھے۔ حضرت نے مولوی صاحب کے دروازے پر دستک دی۔ مولوی صاحب نے پوچھا کہ کون ہے تو حضور نے جواباً فرمایا

غلام احمد

مولوی صاحب کی آواز میں خشونت تھی۔ وہ گھبرا کر اُٹھے اور دروازہ کھولا۔ حضرت اقدس نے اس وقت آنے کا عذر کیا اور یہ الہام مولوی صاحب کو سُنایا اور ایک رؤیا بھی سُنائی جو اُس وقت دیکھی تھی کہ حضرت حجۃ اللہ کو حضرت اماں جان کہتی ہیں کہ اگر میرا انتقال ہو جاوے تو آپ اپنے ہاتھ سے میری تجہیز و تکفین کریں۔

یہ رؤیا اور الہام صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ کی وفات پر پورا ہو گیا۔ اس وقت الحکم میں یہ واقعہ شائع کر دیا گیا تھا۔ جو امر اس واقعہ میں قابلِ توجہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس نے جب دروازہ پر دستک دی اور مولوی صاحب نے کون ہے؟ کہہ کر استفسار کیا تو آپ نے کسی تکلّف سے کام نہیں لیا اور نہ خشونت آمیز آواز سن کر اظہارِ ملال فرمایا بلکہ بے وقت آکر دستک دینے پر معذرت فرمائی"۔

(سیرۃ حضرت مسیح موعود۔ شمائل و اخلاق حصہ سوم صفحہ ۳۱۹-۳۲۰ از حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب عرفانی)۔

[1] ترجمہ: وہ قمر جس کو خسوف لگے گا۔ (تذکرہ صفحہ ۴۵۴-۴۵۵ طبع چہارم۔ شائع شدہ ۱۹۷۷ء الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ)

حضرت میر شفیع احمد صاحب کی بے تکلفیاں

حضرت میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی کی روایت ہے کہ حضرت اقدس میں مَیں نے ایک خاص بات دیکھی کہ جتنی مرتبہ حضور باہر تشریف لاتے مَیں دوڑ کر السلام علیکم کہتا اور مصافحہ کے لیئے ہاتھ بڑھاتا۔ حضور فوراً اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں اِس طرح دے دیتے کہ گویا اُس ہاتھ میں بالکل طاقت نہیں ہے یا یہ کہ وہ خاص اِس لیئے میرے سپرد کیا گیا ہے کہ جو چاہو اس ہاتھ سے برتاؤ کر لو۔ مَیں اُس ہاتھ کو لے کر خوب چومتا اور آنکھوں سے لگاتا اور سر پر پھیرتا مگر حضور کچھ نہ کہتے۔ بیسیوں مرتبہ دن میں ایسا کرتا مگر ایک مرتبہ بھی حضور نے نہیں فرمایا کہ تجھے کیا ہو گیا۔ ابھی تو مصافحہ کیا ہے۔ پانچ پانچ منٹ کے بعد مصافحہ کی ضرورت نہیں۔

حضور کی سادگی، عاجزی اور بے نفسی کو واضح کرنے کے لیئے اُوپر بیان کردہ واقعے پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں۔

(سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت ۵۳۵ صـ ۳۶ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب)

حضور فرماتے ہیں :۔

"..... مجھ کو حکومت و سلطنتِ اِس جہان سے کچھ سروکار نہیں۔ مَیں غریب ہی آیا اور غریب ہی جاؤں گا اور خدا کی طرف سے مامور ہوں کہ لطف اور نرمی سے (دینِ حق) کی سچائی کے دلائل اِس پُر آشوب زمانہ میں ہر مُلک کے آدمیوں کے سامنے بیان کروں۔"

(امیر کابل کے نام ایک خط۔ سیرۃ المہدی حصہ سوم صـ ۸۳،۸۲ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب)

ریل کا سفر

حضرت اقدس کے لطف و نرمی اور اخلاقِ فاضلہ کی ایک نہایت لطیف مثال حضرت مولوی غلام حسین صاحب ڈنگوی نے بیان کی۔ وہ فرماتے ہیں :۔

ایک دفعہ مجھے حضور کے ساتھ ریل میں سفر کرنے کا اتفاق نصیب ہُوا۔ جیسا کہ عام لوگ ریل میں سوار ہو کر باہر سے آنے والے مسافروں سے ترش رُوئی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ اس وقت بھی بعض اصحاب نے یہ رویّہ اختیار کیا۔ ان میں سے یہ ناچیز بھی تھا..... مگر حضرت اقدس نے مسافر کے لیئے جگہ خالی کر دی اور مجھے یوں مخاطب کیا کہ اخلاق دکھانے کا یہی موقعہ ہے۔ اس پر مَیں بہت شرمسار ہُوا۔ یہ آپ کے اخلاقِ فاضلہ میں سے ایک عام مثال ہے۔ (سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت ۹۶۷ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب)

قبل از بعثت کی ایک پاکیزہ مثال

اللہ جن بندوں کو اپنا پیغام پہنچانے کے لیئے چنتا ہے وہ ابتدائے عمر سے ہی سادگی اور بے نفسی کا ایسا مرقع ہوتے ہیں جن کو دیکھ کر دُنیا والے نیکی اور ہدایت کی طرف گامزن ہونے لگتے ہیں۔ حضرت اقدس کی قبل از بعثت زندگی بھی ایسی ہی پاکیزہ اور مثالی تھی۔

مرزا دین محمد صاحب ساکن لنگر وال کی روایت ہے کہ جن دنوں میری آمد و رفت حضرت صاحب کے پاس ہوئی اُن ایام میں حضرت صاحب اپنے مورو ثیوں کے ساتھ مقدمات کی پیروی کے لیئے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ کے والد محترم نے یہ کام آپ کے سپرد کیا ہُوا تھا۔ آپ کے بڑے بھائی قادیان سے باہر کسی جگہ ملازم

تھے۔ مرزا دین محمد صاحب کا کہنا ہے کہ جب حضرت بانی قدس ان
مقدمات کی پیروی کے سلسلے میں بٹالہ جاتے تھے تو اُن کو
بھی ساتھ لے جاتے۔ مرزا دین محمد صاحب کا بیان ہے کہ
جب گھر سے نکلتے تو گھوڑے پر مجھے سوار کر دیتے تھے
خود آگے آگے پیدل چلے جاتے۔ نوکر نے گھوڑا پکڑا ہُوا
ہوتا تھا۔ کبھی آپ بٹالہ کے راستے والے موڑ پر سوار
ہو جاتے اور کبھی نہر پر۔ مگر اس وقت مجھے اُتارتے نہ
تھے بلکہ فرماتے تھے کہ تم بیٹھے رہو مَیں آگے سوار ہو جاؤں گا
اس طرح ہم بٹالہ پہنچتے۔ اُن ایام میں بٹالہ میں حضرت
صاحب کے خاندان کا ایک بڑا مکان تھا۔ یہ مکان میاں
محلہ اچری دروازے میں تھا۔ اُس میں آپ ٹھہرتے تھے۔
حضرت مرزا دین محمد صاحب کا بیان ہے کہ شام کو اپنے
کھانے کے لیئے مجھے دو پیسے دے دیتے تھے۔ اُن دنوں
میں بھٹیاری جھیوری کی دکان سے دو پیسے میں دو روٹی
اور دال مل جاتی تھی وہ روٹیاں مَیں لا کر حضرت صاحب کے
آگے رکھ دیتا تھا۔ آپ ایک روٹی کی چوتھائی یا اس سے
کم کھاتے باقی مجھے کہتے کہ اس جولاہے کو بُلاؤ۔ اُسے
دے دیتے۔ اور میرے کھانے کے لیئے چار آنے دیتے
تھے۔ اور سائیس کو دو آنے دیتے تھے۔ اُس وقت
نرخ گندم کا روپیہ سوا روپیہ فی من تھا۔ بعض دفعہ
جب تحصیل میں تشریف لے جاتے تھے تو مجھے بھی
ساتھ لے جاتے۔ جب تین یا چار بجتے تو تحصیل سے
باہر آتے تو مجھے بُلا کر ایک روٹی کھانے کے ناشتہ کیلئے
دے دیتے تھے اور خود آپ اُس وقت کچھ نہ کھاتے۔

تحصیل کے سامنے کنوئیں پر وضو کر کے نماز پڑھتے اور
پھر تحصیلدار کے پاس چلے جاتے اور جب کچہری برخاست
ہو جاتی تو واپس چلے آتے۔

مرزا دین محمد صاحب کا بیان ہے کہ جب بٹالہ
سے واپس قادیان کے لیئے روانہ ہوتے تو پھر بھی
مجھے سارا رستہ سوار رکھتے۔ خود کبھی سوار ہوتے
اور کبھی پیدل چلتے۔

(سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت نمبر ۹۸۰
صفحہ ۱۲۲-۱۲۳ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب)

ایک خدا کے بعد محمدؐ کے ہم غلام رہیں گے

(صابر ظفر)

آج نہیں تو کل تیری محفل میں شاد کام رہیں گے
ساتھ ترے ہم بھی کسی دن ایک آدھ شام رہیں گے

انجمنِ شعر و سخن خاص میں سکوت رہے گا
جب تلک اپنے آپ سے یہ لوگ ہم کلام رہیں گے

کل جو سرافراز اہلِ نظر تھے حضورِ شاہ، وہی آج
مملکتِ لب ہائے خوشامد میں خوش مقام رہیں گے

وقت بتائے گا یہ نہیں، مٹنے والے ہم ہیں کہ تم ہو
تم تو مسافر ایک دو پل کے ہو، ہم مدام رہیں گے

جس طرح اگلے دَور کے چند ایک نام زندہ رہے ہیں
دیکھنا اپنے دَور کے بھی چند ایک نام رہیں گے

تم نے ہمیں دوزخ میں رکھا، اپنی تو بہشت یہی ہے
ایک خدا کے بعد محمدؐ کے ہم غلام رہیں گے

قتل کرو گے کفر کی تہمت سے کیا ہمیں کہ ظفرؔ ہم
تیغ ہیں، جب تک صبر کی تلقین ہے نیام رہیں گے

کمپیوٹر کیا ہے؟

شکل نمبر ۱

(مکرم عطاء الحبیب خالد صاحب ایم ایس سی)

سب سے پہلی بات یہ کہ لفظ کمپیوٹر کے معانی کیا ہیں۔ کمپیوٹر انگریزی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی "گنتی کرنے والا" یعنی ایک ایسی مشین ہے جو گنتی وغیرہ کر سکتی ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں حساب کتاب کر سکتی ہے۔ انسان نے جب سے حساب کتاب کرنا شروع کیا ہے اُس وقت سے ہی اُس نے اپنے حساب کتاب کی مدد کے لیئے چیزوں کی تلاش شروع کر دی تھی اور سب سے پہلی چیز غالباً اُس کے اپنے ہاتھ ہی تھے جن کی دس انگلیوں سے اُس نے دس تک گنتی بنائی اور یہی وجہ ہے کہ آجکل ہمارا ڈیسی مل سسٹم صرف ۰ سے ۹ یعنی دس تک ہندسے رکھتا ہے۔ اگرچہ گنتی کے دوسرے نظام بھی ہیں، جیسے بائنری (BINARY)، اس میں صرف دو ہندسے صفر اور ۱ ہوتے ہیں یا ہکسا ڈیسی مل جس میں ۱۶ ہندسے ہوتے ہیں۔ لیکن ہم ڈیسی مل نظام میں سب سے زیادہ آسانی محسوس کرتے ہیں کیونکہ ہم ابتداءً اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے گنتی گن کو کرتے ہیں۔ لہذا یہ ہمارے ذہنوں میں نقش ہو جاتی ہے۔ خیر تو بات ہو رہی تھی گنتی کے لیئے مددگار چیز کی تو حضرتِ انسان کا جب دس انگلیوں کی گنجائش سے نکل گیا تو اس نے مختلف چیزیں اپنی سہولت کے لیئے بنا لیں۔

کمپیوٹر کی تاریخ

معلوم تاریخ کے مطابق جو چیز حسابی مشین کے

طور پر استعمال ہوئی وہ سترھویں صدی میں میکینیکل (MECHANICAL) کمپیوٹر کی ابتداء تھی یعنی ایسی مشین جس میں بہت سی چرخیاں وغیرہ اس انداز سے لگائی جاتی تھیں کہ مختلف حسابی عمل یعنی ضرب، تقسیم تفریق، جمع وغیرہ انجام دیئے جا سکتے تھے۔ لیکن چونکہ ہم چونکہ کمپیوٹر کی تاریخ میں زیادہ دلچسپی نہیں رکھتے لہذا ہم ۱۹۴۴ء میں آتے ہیں جب ہاورڈ ایکن نے مارک 1 کے نام سے پہلا کمپیوٹر بنایا جو برقی قوت سے چلتا تھا اور وزن اس کا کئی من تھا۔ اس میں حسابی عوامل کے لئے تقریباً ۳۵۰۰ الیکٹرو میکینیکل (ELECTRO MECHANICAL) سوئچ (RELAY) لگے ہوئے تھے۔ لیکن جلد ہی یعنی ۱۹۴۶ء میں اینک (ENIAC) نامی کمپیوٹر بنایا گیا جس میں اُس وقت کی جدید ٹیکنالوجی کی مرہونِ منت الیکٹرونک ٹیوبیں لگی ہوئی تھیں جن کی تعداد تقریباً ۱۸۰۰۰ تھی۔ لیکن یہ کمپیوٹر تجرباتی نوعیت کے تھے۔ کچھ ہی عرصہ بعد پہلا تجارتی کمپیوٹر یونی ویک کے نام سے بنایا گیا اور اس کی باقاعدہ فروخت شروع ہوئی۔ اس کمپیوٹر کی کامیابی نے آئی بی ایم جیسی کمپنیوں کو متوجہ کر لیا۔

پہلی نسل کا کمپیوٹر

I.B.M کا پہلا تجارتی کمپیوٹر ۱۹۵۲ء میں بازار میں آگیا۔ اور اس کے بعد تو دوڑ شروع ہوگئی اور I.B.M کے علاوہ اور بہت سی کمپنیاں کمپیوٹر بنانے میں مصروف ہوگئیں۔ ان پہلے کمپیوٹرز کو پہلی نسل یا (FIRST GENERATION) کہا جاتا ہے۔

دوسری نسل کا کمپیوٹر

ٹرانسسٹر کی ایجاد کے بعد سائنس دانوں نے الیکٹرونک ٹیوبوں کی جگہ ٹرانسسٹر کو استعمال کیا اور اس میدان میں ایک حیرت انگیز انقلاب آگیا اور ٹرانسسٹرز کی مدد سے بنائے گئے کمپیوٹرز دوسری نسل یا (SECOND GENERATION) کی حیثیت سے بازار میں آگئے۔ ان کمپیوٹرز کا سائز کم، برقی قوت کا خرچ بے حد کم اور قیمت بھی کم اور حسابی عمل کی طاقت پہلے سے بہت زیادہ تھی۔

تیسری نسل کا کمپیوٹر

یہ زمانہ ۱۹۵۹ء کا تھا لیکن حضرت انسان خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں تھا اور پھر ان کوششوں کا ثمر تیسری نسل کے کمپیوٹرز کی صورت میں مارکیٹ میں پہنچ گئے۔ یہ تقریباً ۱۹۶۶ء کا زمانہ تھا اور اس تیسری نسل کے کمپیوٹرز کا سائز اور بھی کم تھا، برقی قوت کا خرچ پہلے سے بھی کم ہوگیا اور حسابی عوامل یا کمپیوٹنگ پاور بہت زیادہ تھی۔ اور ان تمام خوبیوں کی وجہ وہ انٹی گریٹیڈ سرکٹس تھے جنہیں ہم I.C کے نام سے جانتے ہیں۔ چونکہ یہاں ہم I.C کی فنی تفصیل میں نہیں جانا چاہتے لیکن مختصراً آپ کو اس کو یوں سمجھیں جیسے آپ کے سامنے ایک بڑی سی میز پڑی ہو اور آپ کے پاس ایک جادو کی چھڑی ہو اور آپ اُس کے اشارے سے اُس بڑی میز کو اتنا چھوٹا کر دیں کہ آپ اُسے ناخن پر رکھ لیں تو بس یہی کام سائنسدانوں نے عقل کے جادو سے کیا ہے جو آج

سب کے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ یعنی ٹرانسسٹرز کے
بڑے بڑے سرکٹس کو جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے ایک
ناخن جتنی جگہ میں سمو دیا جاتا ہے۔ اس عمل کو انٹیگریشن
(INTEGRATION) کہتے ہیں۔

چوتھی نسل کا کمپیوٹر
یا خوفناک جن

۱۹۷۱ء میں کمپیوٹر کی دنیا میں ایک اور حیرت انگیز
انقلاب آیا اور یہ تھا مائیکرو پروسیسر کا عالمِ وجود
میں آنا۔ اس نئی بلا کو سمجھنے کے لیئے اگر ہم یہ کہیں کہ
تیسری نسل کے کمپیوٹرز میں ہم نے I.C کی وجہ سے
دریا کو کوزے میں بند کر دیا تھا اب ہم نے سات
سمندر کو کوزے میں بند کر دیئے ہیں اور کوزہ بھی
چھوٹا سا ہے ناخن پور رکھنے والا!

یہ مائیکرو پروسیسر (MICROPROCESSOR)
ایک حیرت انگیز چیز ہے۔ اس کی مدد سے بنائے
جانے والے کمپیوٹر چوتھی نسل کے کمپیوٹرز کہلاتے
ہیں اور اب تو جیسے طوفان ہی آگیا ہے۔ اور پہلے
سے طاقتور مائیکرو پروسیسر مارکیٹ میں آنا
شروع ہو گئے۔

چوتھی نسل کے کمپیوٹرز آجکل ہمارے استعمال
میں ہیں مگر انسان کی نگاہِ شوق کو قرار کہاں۔ آجکل کے
زمانے کو ہم SUPER COMPUTERS کا زمانہ
کہیں تو بہتر ہو گا اور یہ سپر کمپیوٹرز ایسے "جن" بلکہ
"خوفناک جن" ہیں کہ خدا کی پناہ! یہ اس قسم کے کمپیوٹر
ہیں کہ ان کو انسان نے ایسی طاقت دی ہے کہ یہ خود بخود
کسی بات کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اور کیونکہ یہ صفت حضرت
انسان نے اس مشین کو دی ہے اس لیئے اس کو مصنوعی
ذہانت (ARTIFICIAL INTELLIGENCE)
کہتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی وقت آپ
کمپیوٹر پر کوئی کام کرنے کے لیئے بیٹھے ہیں اور چونکہ وہ
خود فیصلہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو آپ کو کہہ دے
"چلو اُٹھو میرا موڈ نہیں ہے اس وقت کام کرنے کا۔
آجاتے ہیں صبح صبح تنگ کرنے کے لیئے"۔ اصل میں
چونکہ مصنوعی فراست انسان کی عطا کردہ ہے اس لیئے
کمپیوٹرز بہر حال انسان کے تابع ہی ہیں جیسے انسان کو
فراست خدا تعالیٰ نے دی ہے انسان جتنی مرضی کوشش
کرے خالق کا مقابلہ نہیں کر سکتا کہ ؎

بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

کمپیوٹر کا ٹیکنیکل عمل

آپ کو ایک بات سے یقیناً حیرت ہوتی ہو گی کہ
حسابی عمل کرتے کرتے ہم فیصلہ کرنے والی مشین پر کیسے
پہنچ گئے۔ تو بات اصل میں یوں ہے کہ کسی بھی کام کو کرنے
کے لیئے ہم غیر ارادی طور پر منطقی انداز میں سوچتے ہیں۔
یعنی اگر آپ نے کالج جانا ہے تو آپ سوچیں گے کہ میں
کتابیں اُٹھاؤں گا، قلم جیب میں ڈالوں گا، پھر گھر سے باہر
نکلوں گا اور پھر کالج کے راستے پر چل کر کالج پہنچ جاؤں گا
اب اگر ان چاروں کاموں کا ایک ایک نمبر ہو تو چاروں
کو جمع کرنے سے چار آجائے گا۔ یعنی ۴ کا مطلب ہو گا کہ
آپ کالج میں ہیں اگر تین ہو تو مطلب ہو گا یا آپ کالج
نہیں ہیں یا کوئی چیز گھر بھول آئے ہیں۔ غرض اس ایک
مثال کے ذریعے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ ہر قسم کے کام کو
ٹکڑوں میں تقسیم کر کے حسابی طریقہ سے حل کر کے کام کا حل

نکالا جا سکتا ہے۔ اس مقصد کے لیئے ریاضی دانوں نے ریاضی کی مختلف شاخیں بنائی ہیں جن کا بھرپور استعمال کمپیوٹر کی رگِ جان ہے۔ خیر یہ تو تھا مختصراً کمپیوٹر کی تاریخ کا جائزہ۔ اب ذرا یہ دیکھتے ہیں کہ یہ کمپیوٹر کیا ہے کیسے کام کرتا ہے اور اس کے فوائد کیا ہیں اور کیوں ہر کوئی اس کا نام لے کر دوسروں کو ڈراتا ہے۔

آجکل کے زمانے میں لفظ کمپیوٹر ایک برقی مشین کے لیئے استعمال ہوتا ہے جو ڈیٹا (DATA) یعنی معلومات یا اطلاعات کو یاد رکھ سکے اور پھر اس قابل ہو کر اس ڈیٹا کا تجزیہ کر سکے اور انسانی حکم کے مطابق مطلوبہ رزلٹ فراہم کر سکے۔ یہاں لفظ ڈیٹا جو ہم نے استعمال کیا ہے اس کا مطلب ایسی تمام معلومات یا اطلاعات جو ہم کمپیوٹر کو خود فراہم کرتے ہیں اور تجزیہ (PROCESSING) وہ عمل ہے جو ان معلومات یا اطلاعات کا کیا جائے گا۔ لیکن کمپیوٹر یہ تجزیہ کیسے کرے گا جب تک کہ اس کا حکم نہ دیا جائے۔ تو یہ حکم نامہ ترتیب وار ہدایات کی صورت میں ہوتا ہے جسے پروگرام کہتے ہیں۔ مثلاً آپ نے ۲ کو ۳ میں جمع کرنا ہے تو کمپیوٹر کو آپ ۲ پھر ۳ فیڈ کر دینگے یعنی آپ نے اسے ڈیٹا فراہم کر دیا ہے اب جب تک آپ اس کو حکم نہیں دیں گے کہ ۲ کو تین میں جمع کر دو اور جو رزلٹ آئے اس کو سکرین پر لکھ دو تو وہ اس وقت تک کچھ نہیں کرے گا اور اس حکم نامہ کو ہم پروگرام کہہ رہے ہیں۔ اب اگر اس حکم نامہ کو تبدیل کر دیں کہ دونوں نمبروں کو آپس میں بجائے جمع کرنے کے ضرب دو تو وہ ایسا ہی کر دے گا اور اگر اسے حکم دیا جائے کہ ان نمبروں کو آپس میں تقسیم کر دو اور جواب کا مربع لے کر فائنل جواب حاضر کر دو تو یہ بے چارہ "کاٹھ کا اُلّو" بہ چوں چرا کیئے بغیر ہر حکم پر عمل کرتا چلا جائے گا۔

یہاں سے ایک بات سامنے آئی کہ صرف حکم نامہ یعنی پروگرام کو تبدیل کرنے سے آپ نے کئی کام کر لیئے اور آپ کو یہ جان کر شاید حیرت ہو یا صدمہ کہ بنیادی طور پر ایک کمپیوٹر "کاٹھ کا اُلّو" بلکہ دُنیا کی بے وقوف ترین مشین ہے کیونکہ اصل میں تو یہ آپ کا دماغ یعنی عقل و فراست ہے جو حکم نامہ یعنی پروگرام ترتیب دیتے ہیں، جس کے زیرِ اثر کمپیوٹر اپنا جادو جگاتا ہے اور پھر ایسے حیرت انگیز کام کرتا ہے کہ بقول کمپیوٹر کے "انسان بے چارے کی عقل دنگ رہ جاتی ہے میرے کارنامے دیکھ کر۔"

مختلف مقاصد کے لیئے مختلف کمپیوٹر

ایک بات جو آپ کے ذہن میں کلبلا رہی ہوگی کہ کیا کیلکولیٹر بھی ایک کمپیوٹر ہے؟ کیونکہ اس میں حسابی عمل بھی ہو سکتے ہیں پھر یہ برقی بھی ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ کیلکولیٹر کچھ خاص مقاصد کے لیئے بنایا جاتا ہے۔ یعنی بنیادی ریاضی کے عوامل کے علاوہ تھوڑی سی یادداشت وغیرہ بھی ہوتی ہے مگر جو کچھ یہ کر سکتا ہے وہ اس کی تکمیل کے دوران کیلکولیٹر بنانے والے نے اس کے اندر تحریر کر دیا ہوتا ہے اور وہ ان خاص عوامل کے علاوہ کوئی کام نہیں کر سکتا جبکہ ایک کمپیوٹر نہ صرف حسابی عوامل کر سکتا ہے بلکہ منطقی فیصلے بھی کرتا ہے اور پروگرام کی تبدیلی کے ساتھ نئے سے نئے کام کر سکتا ہے لیکن نئے کام کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کمپیوٹر سے پوچھ لیں کہ دنیا کے کس شہر کی آبادی فلاں سن میں سب سے زیادہ تھی یا ہوگی۔ تو کمپیوٹر اس کا جواب یہ ہی دے سکتا

ہے "کیا پاگل ہو گئے ہو، مجھے کیا پتہ"۔ یعنی وہ اس سوال کا جواب نہیں دے سکے گا۔ لیکن اگر اس مشین کو دنیا کے تمام شہروں کی آبادی اور آبادی کے بڑھنے کی شرح بتا دی جائے تو پھر آپ اس سے اوپر والا سوال کریں گے تو کمپیوٹر بڑے خلوص سے فوراً آپ کو سر آنکھوں پر بٹھائے گا اور جواب حاضر خدمت کر دیگا اب اگر آپ اسے کہیں کہ ترتیب وار زیادہ آبادی کے دس شہروں کے نام دو تو وہ بھی ایک سیکنڈ میں حاضر کر دے گا۔ غرض کمپیوٹر آپ کو وہی کچھ مختلف زاویوں سے بتا سکتا ہے جس کی معلومات آپ نے اسے پہلے سے فراہم کی ہوں۔

یہاں سے ایک بات آپ پر یقیناً واضح ہو گئی ہوگی کہ کمپیوٹر کوئی بے حد ذہین چیز نہیں تو پھر یہ سوال فوراً آپ کے دل میں آئے گا کہ اگر یہ ذہین نہیں اور پھر معلومات بھی آپ دینی پڑتی ہیں تو پھر یہ اتنے مقبول کیوں ہیں؟ تو بات یوں ہے کہ معلومات اور پروگرام تو ایک بار آپ کو فیڈ کرنا پڑے گا مگر پھر ان سے مختلف نتائج نکالنے میں کمپیوٹر کا جواب نہیں۔ اور پھر یہ مطلوبہ نتائج اتنی تیزی اور درستگی سے نکالتا ہے کہ یہی تیزی اور درستگی ہی اس کی مقبولیت کی وجہ ہے۔ نیز ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس کی قیمتیں بے حد کم ہیں۔ اور ایک عام آدمی بھی ان کو خرید سکتا ہے۔

کمپیوٹر کے مختلف حصوں کی وضاحت

اب تک کی تمام باتوں میں ہم لفظ کمپیوٹر کے ارد گرد گھومتے رہے ہیں لہذا آئیے اب ذرا اس حضرت کمپیوٹر کی شکل کا بھی دیدار کریں۔ شکل نمبر ایک میں ایک PC یعنی PERSONAL COMPUTER یا جسے مائیکرو کمپیوٹر کہتے ہیں، دکھایا گیا ہے۔ لیکن یہاں پہ ایک بات جو ضروری ہے کہ کمپیوٹر کو جب دیکھا جاتا ہے تو اس کے دو زاویۂ نگاہ ہوتے ہیں جنہیں سوفٹ ویئر پوائنٹ آف ویو اور ہارڈ ویئر پوائنٹ آف ویو کہتے ہیں۔ اب شکل نمبر ا میں جو کچھ آپ کو نظر آ رہا ہے وہ اور جو کچھ اس مشین کے اندر ہے اس تمام چیز کو آپ ہارڈ ویئر کہیں گے۔ اور جب ہم اس مشین کے برقی سرکٹس وغیرہ کے عمل کو زیر بحث لائیں گے تو یہ ہارڈ ویئر پوائنٹ آف ویو ہوگا۔ لیکن اگر ہم سوفٹ ویئر پوائنٹ آف ویو کی بات کریں تو پھر ہماری بات ہوگی ڈیٹا یعنی معمولات کی، پروگرام کی، پروگرامنگ (یعنی حکم نامہ تیار کرنا) کی، نتائج کی۔ یعنی عام آدمی کا کمپیوٹر سے واسطہ صرف اس سے کام لینا صرف سوفٹ ویر کے پوائنٹ آف ویو سے ہوتا ہے۔ لہذا جب آپ سنتے ہیں کمپیوٹر سائنس میں ہ ڈگری، تو اس کا عام طور پر مطلب کمپیوٹر سے مختلف کام لینے والا، یعنی جو کمپیوٹر سے مخاطبہ مکالمہ کا شرف حاصل کرنے والا ہے۔ جب کہ کمپیوٹر انجنیئر یا ہارڈ ویئر انجنیئر کی مثال اس سرجن کی سی ہے جو نہ صرف مریض سے بات چیت کر سکتا ہے بلکہ اسے چیر پھاڑ بھی سکتا ہے یعنی کمپیوٹر انجنیئر کمپیوٹر کے برقی سرکٹس کو بھی جانتا ہے اور اس کو درست بھی کر سکتا ہے۔

کمپیوٹر کی زبان

ابھی کمپیوٹر سے مخاطبہ و مکالمہ کا ذکر آ رہا تھا جس

کا مطلب ہے کہ کمپیوٹر ایک ایسی مشین ہے جس سے بات چیت ہو سکتی ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اُس سے بات کیسے کریں۔ مثلاً آپ جانتے ہیں کہ جو شخص گونگا بہرہ ہو اُس سے بات کرنے کے لیئے اشاروں کی زبان استعمال کرنی پڑتی ہے۔ اور پھر آپ اور گونگے بہرے کی آپس میں گفتگو کے لیئے یہ ضروری ہے کہ آپ کو اشاروں کی زبان آتی ہو تاکہ آپ گونگے بہرے سے بات کر سکیں۔ تو بات یوں ہے کہ یہ ہمارا بے چارہ کمپیوٹر بھی گونگا بہرہ ہے اور جب تک اس گونگی بہری مشین کی آپ کو زبان نہیں آئے گی آپ کے لیئے یہ فضول چیز ہے۔ اب جیسے ہر ایک زبان کے کچھ اصول ہیں اسی طرح کمپیوٹر کی زبان کے بھی گرائمر کے اصول ہیں۔ لیکن یہاں ایک اَور مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ کمپیوٹر کی صنعت میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے اور پھر مختلف کمپنیاں اپنے کمپیوٹر بناتی ہیں لہذا مختلف کمپیوٹرز کی زبانیں مختلف ہوتی ہیں، اُن کے اصولی فرق ہوتے ہیں اور پھر جدید کمپیوٹر آنے سے زبان میں بھی نئی تبدیلیاں اور نئے نئے اصول آجاتے ہیں۔ آجکل بے شمار زبانیں استعمال میں ہیں۔ لیکن یہاں پر ایک بات تھوڑی سی وضاحت طلب ہے اور بیان کرنی ضروری ہے کہ "کمپیوٹر کی زبان" کا فقرہ تھوڑا سا MISLEADING ہے۔ کیونکہ آجکل کے ہر کمپیوٹر کا مرکز مائیکرو پروسیسر ہے جو تمام کا تمام کمپیوٹر سسٹم کا عمل کنٹرول کرتا ہے۔ اور جب کوئی شخص کمپیوٹر سے بات کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ مائیکرو پروسیسر سے بات کر رہا ہے۔ تو تان یہاں آکر ٹوٹتی ہے کہ مائیکرو پروسیسر کی کیا زبان ہوگی۔ تو صاف بات ہے کہ مائیکرو پروسیسر ایک مشین ہے لہذا اس کی زبان کو مشینی زبان کہہ سکتے ہیں۔ اور یہ مشینی زبان صرف دو ہندسوں پر مشتمل ہوتی ہے یعنی صفر اور ایک۔ یعنی اس کا نظام بائنری نظام ہے۔

لہذا اب اگر آپ مائیکرو پروسیسر سے 0، 1 کی زبان میں بات کریں گے تو لمبے پروگرام میں 0 اور 1 کی وہ شکل بنے گی کہ آپ خود ان نمبروں میں کھو جائیں گے۔ لہذا سائنسدانوں نے آپ کی آسانی کے لیئے مزید مختلف زبانیں ترتیب دیں جنہیں ہائی لیول لینگوئج یا اعلیٰ سطح کی زبانیں کہتے ہیں۔ انگلش سے ملتی جلتی زبانیں جنہیں انگلش جیسی زبان کہتے ہیں۔ اور اس زبان میں آپ جو پروگرام لکھتے ہیں وہ ایک ترجمان جسے عرفِ عام میں کمپائلر کہتے ہیں کی مدد سے مشین کی زبان تبدیل کر کے مطلوبہ گفتگو اور کام کمپیوٹر سے لیئے جاتے ہیں۔ اعلیٰ سطح کی زبانوں کی مثالیں BASIC، کوبول، فورٹران، ٹربو بیسک، فورٹران 77، LISPIC وغیرہ۔ یعنی اب اس بات کو سمجھیں کہ جب آپ "کی بورڈ" کے ذریعے کوئی پروگرام لکھتے ہیں کسی اعلیٰ سطح کی زبان میں تو کمپیوٹر میں موجود ترجمان کی مدد سے اُس کو مشینی زبان میں تبدیل کر کے اس کا مطلب سمجھا جاتا ہے اور پھر اس پر عملدرآمد ہوتا ہے۔ لیکن یہ تمام عمل کمپیوٹر کے اندر ہی انجام پاتا ہے اور کمپیوٹر کو استعمال کرنے والا ان تمام عوامل سے بے خبر رہتا ہے۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ ہر زبان کا الگ ترجمان ہوتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ آپ اُوپر والی باتوں کو پڑھ کر خیال کر رہے ہوں گے کہ جب تک آپ پروگرامنگ لینگوئج نہیں سیکھتے اُس وقت تک آپ کیلئے کمپیوٹر بے کار شے ہے مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ اس

مشکل کو کمپیوٹر کے ماہرین نے پیکج (PACKAGE) کی شکل میں کسی حد تک حل کر دیا ہے۔ پیکج دراصل ایک بنا بنایا پروگرام ہوتا ہے جو بازار سے مل سکتا ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے ایک مثال یوں ہو سکتی ہے کہ مثلاً آپ نے کسی کمپنی کے اکاؤنٹنٹ کا حساب کتاب کمپیوٹر کے ذریعہ سے کرنا ہے تو اب تک جتنی معلومات آپ نے گزشتہ بحث سے حاصل کی ہیں اُن کے مطابق ہمیں مختلف کھاتہ جات کی تیاری وغیرہ کے لئے حکم نامہ یعنی کمپیوٹر پروگرام ترتیب دینا ہوگا۔ یعنی آمد والی رقموں کو فلاں نام کی فائل میں رکھو، خرچ والی رقمیں فلاں فائل سے منہا کر لو وغیرہ وغیرہ۔

ظاہر ہے جب تک آپ کمپیوٹر کی کسی خاص زبان سے اچھی طرح واقف نہیں ہوں گے آپ ایسا پروگرام نہیں لکھ سکتے۔ بالکل اسی طرح جیسے آپ کو انگریزی اچھی طرح نہ آتی ہو اور آپ کو ایک شاندار قسم کا مضمون لکھنے کو کہہ دیا جائے۔ لہذا انہی مشکلات کو سامنے رکھ کر پیکجز (PACKAGES) بنائے گئے ہیں۔ یہ مختلف قسم کے مسائل کے لئے تیار کئے جاتے ہیں اور انہیں کمپیوٹر کے ماہرین مخصوص کمپیوٹرز اور مخصوص کاموں کے لئے تحریر کرتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے کسی ماہر انگریزی دان کا مضمون آپ کو لکھا ہوا مل سکتا ہے اور آپ اس میں دی گئی معلومات سے اپنی ضرورت کے مطابق فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ لہذا اب یہ کوئی ضروری نہیں کہ آپ ہر مسئلہ کے لئے پروگرام خود تحریر کریں بلکہ تقریباً ہر قسم کے مسائل کے حل کے لئے یہ ریڈی میڈ پروگرام بازار سے مل جاتے ہیں۔ مثلاً ریاضی والے جانتے ہیں کہ بائی آرڈر کی ڈیفرنیشل مساوات DIFFRENCIAL EQUATION کو حل کرنے کے لئے خاصا وقت درکار ہوتا ہے مگر کمپیوٹرز نے اس مسئلے کو ڈیفرنیشل مساواتوں کے پیکج کے ذریعہ حل کر دیا ہے۔ آپ کو صرف مساوات کے ویری ایبلز کی قیمتیں پُر کرنی ہوں گی اور جواب حاضرِ خدمت ہو جائے گا۔ اسی طرح ہزاروں قسم کے پیکجز دستیاب ہیں جو آپ کی سہولت کے لئے نہایت ارزاں قیمت پر مل جاتے ہیں۔

سوفٹ ویئر (SOFTWARE) کا عمل

اب تک کی بحث میں ہم نے کمپیوٹرز کو سوفٹ ویئر (SOFTWARE) کے نقطۂ نگاہ سے مختصراً دیکھا ہے کیونکہ یہاں جو معلومات بہم پہنچائی جا رہی ہیں وہ انتہائی ابتدائی درجہ کی ہیں۔ بہرحال ہم نے کمپیوٹرز کے فوائد کا ایک جائزہ لیا ہے۔ اب ذرا (HARDWARE) ہارڈ ویئر کے زاویۂ نگاہ سے اس حیرت انگیز مشین کو دیکھتے ہیں۔ یہاں ہم دیکھیں گے کہ یہ کام کس اصول پر اور کس طرح کرتا ہے۔ کمپیوٹر کے کام کرنے کے اصول کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے ایک مثال لیتے ہیں۔ مثلاً آپ ایک سڑک کے کنارے پر کھڑے ہیں اور اُسے پار کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے اپنا مقصد متعین کر لیا یعنی سڑک کو پار کرنا۔ سو اس ٹارگٹ کو حاصل کرنے کے لئے آپ دائیں جانب دیکھیں گے۔ سڑک پر اس جانب سے آنے والی گاڑیوں کی معلومات آپ کی آنکھوں کے ذریعہ آپ کے دماغ تک پہنچ جائیں گی جہاں پر ان معلومات کا تجزیہ ہوگا اور اگر سڑک خالی تھی تو تجزیہ کا نتیجہ آپ کو کہے گا کہ اب بائیں جانب دیکھو اور اس طرح اُس

جانب کی معلومات بھی آپ کے دماغ میں پہنچ جائیں گی تو دماغ اِن تمام معلومات کا تجزیہ کرکے آپکو بتائے گا کہ سڑک خالی ہے اور آپ اس کو پار کر سکتے ہیں اور ساتھ ہی وہ آپ کی ٹانگوں کو حرکت کا حکم دے گا تا کہ آپ اپنا مقصد حاصل کرلیں۔

اُوپر کی اِس تمام بحث میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ انسانی دماغ کے ذریعہ سے ہونے والے عمل کو تین حصّوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلے معلومات کا حصول، دوسرے نمبر پر ان معلومات کا تجزیہ اور تیسرے نمبر پر نتیجہ یا عمل۔ اب اگر آپ اِس مثال کو سمجھ گئے ہیں تو جان لیں کہ آپ نے کمپیوٹر کے عمل کو سمجھ لیا ہے کمپیوٹر کا کام اِنہی تین حصّوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ پہلے حصّہ کے عمل کو INPUT کہتے ہیں۔ دوسرے حصّہ کے عمل کو PROCESSING پروسیسنگ اور پھر تیسرے حصّہ میں OUT PUT آوٹ پٹ یا جواب جو بھی کہہ لیں۔ لیکن اِس ساری مثال میں ابھی ایک کمی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ کونسی بات تھی جس نے آپ کو سڑک پار کرنے سے پہلے مجبور کیا کہ پہلے دائیں بائیں دیکھ لیں اور پھر سڑک پار کریں۔ تو بات یوں ہے کہ یہ بظاہر غیر ارادی عمل بغیر کسی وجہ کے وقوع پذیر نہیں ہوُا بلکہ یہ آپ کا تجربہ یا آپ کے بزرگوں اور بڑوں کی نصیحتیں تھیں کہ "جب بھی سڑک پار کرنے لگو تو دائیں اور بائیں دیکھ لیا کرو ورنہ ممکن ہے کہ کسی گاڑی کے نیچے آجاؤ"! آپ نے دیکھا کہ یہ نصیحت ظاہری طور پر آپ کو مثال میں نظر نہیں آئی تھی مگر اصل میں سارا عمل اس کی وجہ سے ہوُا ہے۔ لہذا اب تو آپ جان ہی چکے ہوں گے کہ اِس نصیحت کو آپ اگر کمپیوٹر کی دنیا میں دیکھیں تو اس کا نام ہم نے حکم نامہ یعنی پروگرام رکھا تھا تو امید ہے اس مثال سے آپ جان چکے ہوں گے کہ کمپیوٹر تمام عمل کس انداز میں کرتا ہے۔

کمپیوٹر کے تین حصّے

ظاہری طور پر کمپیوٹر کے تین حصّے ہوتے ہیں۔
پہلا حصّہ جسے ہم "کی بورڈ" کہتے ہیں عام ٹائپ رائٹر کے کی بورڈ سے مِلتا جُلتا ہے سوائے چند اضافی KEYS کے۔ دوسرا حصّہ PROCESSING UNIT پروسیسنگ یونٹ یعنی جس میں کی بورڈ یا کسی بھی اور اِن پٹ سیکشن سے آنے والی معلومات و پروگرامز کا تجزیہ ہوتا ہے۔ تیسرا حصّہ OUT PUT آوٹ پٹ ہے جو عام طور پر سکرین مانیٹر SCREEN MONITOR کہلاتا ہے جو ایک عمدہ قسم کا ٹی وی ہوتا ہے۔ اِس کی سکرین پر جو کچھ ان پٹ INPUT دیتے ہیں اور جو کچھ آوٹ پٹ OUTPUT حاصل کرتے ہیں وہ دیکھ سکتے ہیں۔ ایک عام ٹی وی بھی مانیٹر کے طور پر کچھ کمپیوٹرز کے لیئے استعمال ہوسکتا ہے۔ مگر چونکہ ٹی وی دُور سے بیٹھ کر دیکھنے کے لیئے بنایا گیا ہے اس لیئے دیر تک اُس کے سامنے بیٹھ کر کام کرنے سے آنکھیں خراب ہوسکتی ہیں جبکہ کمپیوٹر کا مانیٹر خاص اِس مقصد کے لیئے بنایا جاتا ہے اور دیر تک قریب بیٹھ کر کام کرنے سے بھی آنکھوں پر بُرا اثر نہیں پڑتا نیز اس میں تصویر کی کوالٹی کو اتنا بہتر کر دیا جاتا ہے کہ 8 اور B میں آپ آسانی سے تمیز کر سکتے ہیں جبکہ عام ٹی وی سیٹ پر ان میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

بعض اوقات نتائج وغیرہ کو چھاپنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے تو وہاں پر کمپیوٹرز کے لیئے خاص تیار کردہ

پرنٹرز لگائے جا سکتے ہیں جو آپ کی مرضی کی معلومات کو ایک اشارے پر ٹائپ کر دیتے ہیں۔ آجکل ہمارے بجلی اور گیس وغیرہ کے بل کمپیوٹرز کی مدد سے تیار ہوتے ہیں اور پھر کمپیوٹر انہیں پرنٹ بھی کر دیتا ہے۔

کمپیوٹر کی میموری (MEMORY)

ایک بہت ضروری بات جو ہم نے اب تک فراموش کیے رکھی ہے وہ ہے کمپیوٹر کی یادداشت یا میموری (MEMORY)۔

بعض دفعہ کمپیوٹر کی استعداد کا اندازہ اس کی یادداشت کی گنجائش سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ جتنی زیادہ کمپیوٹر کی یادداشت ہوگی اس کی استعداد کار اُسی قدر زیادہ ہوگی اور اس کا پیمانہ K یا کلو کہلاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے میں بتا چکا ہوں کہ کمپیوٹر کا تجزیاتی مرکز مائیکرو پروسیسر ہے جو صرف 0 اور 1 کی زبان جانتا ہے یعنی (BINARY SYSTEM) کو جس میں صرف دو ہندسے ہوتے ہیں۔ اب چونکہ یادداشت اس تجزیاتی مرکز کے لیئے ہوگی لہذا ایک ہندسے کو چاہے وہ صفر ہو یا وَن تو ہم ایک بٹ (BIT) کہیں گے۔ جب ایسے آٹھ BIT اکٹھے لکھے جائیں تو اس 8 بٹ کے مجموعے کو ایک بائٹ کہیں گے اور اسے ہی کمپیوٹر کا ایک حرف بھی کہتے ہیں لہذا اب اگر ہم 2 کی طاقت 10 لیں یعنی 2^{10} تو اس کا جواب ہوگا 1024 تو اتنے بائٹ اگر ہوں تو اسے ہم ایک K یا ایک کلو بائٹ یادداشت کہیں گے یعنی ایک کلو بائٹ میموری میں 1024 حروف درج کیئے جا سکتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ایک کمپیوٹر کتنے K کا ہونا چاہیئے تو جواب ہے کہ یہ تو آپ کی ضرورت پر منحصر ہے۔ 4K کا کمپیوٹر صرف کمپیوٹر گیم کے لیئے استعمال ہو سکتا ہے جبکہ عملی کاموں کے لیئے کم سے کم بھی 16K کا کمپیوٹر ہونا چاہیئے مگر اب تو 256K اور 512K کے کمپیوٹر بھی کافی ارزاں ہیں اور آپ کی کارکردگی کے لیئے کافی سہولت بہم پہنچاتے ہیں۔

تجزیاتی حصّہ کی وضاحت

آیئے اب ذرا ایک نظر کمپیوٹر کے تجزیاتی مرکز پر ڈال لیتے ہیں۔ یہ کمپیوٹر کا سب سے زیادہ اہم اور معروف ترین حصّہ ہے۔ انسانی جسم میں جو اہمیت دماغ کو حاصل ہے وہ اہمیت کمپیوٹر کے تجزیاتی مرکز کی ہے۔ یہ کمپیوٹر کے تمام افعال کو کنٹرول کرتا ہے، ان کی نگرانی کرتا ہے اور احکامات جاری کرتا ہے اور نتائج نکالتا ہے۔ یعنی پورے کمپیوٹر سسٹم کو اس مرکز سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔ یہ تجزیاتی مرکز انتہائی پیچیدہ برقی سرکٹس پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس تجزیاتی مرکز کو سنٹرل پروسیسنگ یونٹ (CENTRAL PROCESSING UNIT) یا CPU بھی کہا جاتا ہے۔ اگرچہ CPU انسانی دماغ کی طرح کام کرتا ہے مگر یہ انسانی دماغ کی طرح خود فیصلہ کرنے کی صلاحیت سے قاصر ہے۔ اس سلسلہ میں یہ انسانی ہدایات کا محتاج ہے۔ اگر پروگرام اچھا ہے تو CPU اُسی کے مطابق کام کرے گا لیکن اگر آپ کے پروگرام میں ہی کوئی غلطی ہے تو پھر CPU اُس غلطی کو دُور نہیں کر سکے گا اور جواب بھی غلط نکالے گا مثلاً اگر آپ CPU کو اپنے پروگرام کے ذریعہ بتائیں کہ 2 جمع 2 برابر 3 ہے تو کمپیوٹر آپ سے بحث نہیں کرے گا کہ یہ غلط ہے بلکہ جیسے آپ کی ہدایت ہوگی اُسی پر عمل کرے گا اور جب بھی آپ پروگرام کے

تحت 2 کو 2 میں جمع کروائیں گے یہ 3 جواب دے گا۔
تجزیاتی مرکز تمام قسم کے حسابی عمل یعنی جمع، تفریق، ضرب، تقسیم اور دوسرے بہت سے کاموں کے علاوہ کمپیوٹر کے مختلف حصوں کے کام کو وقت کے مختلف حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ آجکل کمپیوٹر کا تجزیاتی مرکز MICROPROCESSOR کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ابتداء میں تجزیاتی مرکز جسامت میں بے حد بڑے ہوتے تھے مگر اب ٹیکنالوجی کی ترقی کی وجہ سے یہ اتنے چھوٹے ہو گئے ہیں کہ انہیں ہاتھ کے ناخن پر رکھا جا سکتا ہے۔ اسی لیئے ان کو مائیکرو پروسیسر کہتے ہیں۔ بنیادی طور پر تجزیاتی مرکز کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلے حصے کو ارتھمیٹک لوجک یونٹ یا ALU (ARITMATIC LOGIC UNIT) کہتے ہیں۔ اس حصہ میں تمام قسم کے حسابی اور منطقی عمل ہوتے ہیں۔ دوسرے حصہ کو کنٹرول یونٹ یا CU (CONTROL UNIT) کہتے ہیں۔ یہ ہر قسم کی معلومات یا اطلاعات کی پروسیسر میں آمد و رفت اور پورے کمپیوٹر سسٹم کو کنٹرول کرتا اور نگرانی کرتا ہے۔ جبکہ تیسرا حصہ جو اگرچہ تجزیاتی مرکز میں واقع نہیں ہوتا مگر اس کے بغیر کوئی تجزیاتی مرکز کوئی کام نہیں کر سکتا اور وہ ہے میموری یا یادداشت معلومات چاہے ان پٹ سیکشن سے آ رہی ہوں یا آؤٹ پٹ سیکشن پر جا رہی ہوں۔ پہلی صورت میں ان کا یادداشت میں اندراج یا رائٹ (WRITE) کا عمل اور دوسری صورت میں پڑھنے یا ریڈ (READ) کا عمل، دونوں عمل تجزیاتی مرکز کی نگرانی

اور مطلوبہ تجزیہ کے بعد وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اور یہ کنٹرول یونٹ کے تعاون کے بغیر قابل عمل نہیں ہو سکتے۔

اب چونکہ میموری کا ذکر چل نکلا ہے تو بہتر ہو گا کہ میموری کی دو بنیادی قسموں کا ذکر کر دیا جائے اور وہ ہے مستقل قائم رہنے والی یادداشت جسے تبدیل نہیں کیا جا سکتا اس لیئے اسے صرف پڑھی جانے والی یادداشت یا ریڈ اونلی میموری (READ ONLY MEMORY) یا (ROM) روم کہتے ہیں۔ اس کی مثال یوں ہو سکتی ہے۔ مثلاً آپ کا نام آپ کے ماں باپ نے x رکھ دیا ہے اب چاہے کتنا عرصہ گزر جائے آپ اپنا نام کبھی نہیں بھولیں گے۔ سو یہ آپ کی مستقل قائم رہنے والی یادداشت ہے۔ بالکل اسی طرح کمپیوٹر کی روم کمپیوٹر سسٹم کی برقی قوت بند ہونے سے بھی ضائع نہیں ہوتی جبکہ دوسری قسم کی یادداشت جس میں آپ جب چاہیں کچھ لکھ لیں۔ اور جب چاہیں اسے مٹا کر کوئی اور چیز لکھ لیں اور پڑھ لیں۔ تو اس قسم کی میموری کو عارضی یادداشت کہتے ہیں اور یہ اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک برقی قوت آپ کے کمپیوٹر کو ملتی رہے۔ بالکل اسی طرح جیسے جو کچھ آپ نے آج سے کچھ سال پہلے پڑھا تھا، اب اس کو نہ دہرانے کی وجہ سے آپ بھول چکے ہیں۔ کمپیوٹر کی اس قسم کی میموری کو RAM، یعنی (RANDAM ACCESS MEMORY) جس میں معلومات یا اطلاعات جب چاہے پڑھی یا لکھی جا سکیں۔ پڑھنے یا لکھنے کا عمل کمپیوٹر کی TERM NOLOGY میں ACCESS کرنا کہلاتا ہے۔ اس لیئے اس قسم کی میموری کو RAM کہتے ہیں۔

بہرحال میں ہارڈویئر کی بحث کو یہاں پر ختم کرتا

ہوں کیونکہ وقت اور جگہ کی کمی مزید باتیں کہنے میں حائل ہے لیکن اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے چند باتیں اور کہنا چاہتا ہوں۔

کمپیوٹر کے ہماری زندگیوں پر اثرات

کمپیوٹر کی آمد ہماری زندگیوں پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے؟ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ بے روزگاری پاکستان کا ایک بڑا مسئلہ ہے اور جیسے ہم نے جائزہ لیا اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک کمپیوٹر دس بلکہ بیس آدمیوں کا کام سنبھال لے گا تو پھر اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ کمپیوٹر مزید بے روزگاری پیدا کرے گا۔ مگر حقیقت یوں نہیں بلکہ جب بھی کوئی نئی ایجاد ہماری زندگیوں میں داخل ہوئی تو اس کے نتیجہ میں کچھ پرانے پیشے ختم ہو جاتے ہیں لیکن ساتھ ہی بہت سے نئے پیشے نکل آتے ہیں جیسے ماضی میں موٹر رکشا آنے سے سائیکل رکشا ختم ہو گئے تو پھر وہ سائیکل رکشا والے کہاں گئے۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ بہت سے نئے پیدا ہونے والے پیشوں میں کھپ گئے ہوں گے۔ اسی طرح کمپیوٹر کی آمد سے بھی بہت سے ملازمت اور کیریئر کے مواقع پیدا ہوئے ہیں جن میں سے چند کے نام اور کام یہ ہیں:۔

۱۔ ڈیٹا انٹری اپریٹر (DATA ENTRY OPERATOR)۔ اس کا کام اطلاعات کو کمپیوٹر میں داخل کرنا ہے۔ لہٰذا اس کا کام کسی حد تک ٹائپسٹ جیسا کام ہے۔

۲۔ پروگرامر (PROGRAMMER)۔ اس کا کام کمپیوٹر کے لئے پروگرام یعنی ہدایات ترتیب دینا ہے، لیکن کمپیوٹر کی کسی خاص زبان میں ایک شخص مختلف کمپیوٹرز کی زبانیں سیکھ کر ان مختلف زبانوں میں پروگرامنگ کر سکتا ہے۔

۳۔ سسٹم انالسٹ (SYSTEMANALYST)
اس کا کام کمپیوٹر سے متعلق کسی نظام کا مکمل تجزیہ کرنا ہوتا ہے اور یہ طے کرنا ہوتا ہے۔ اگر اس نظام میں کمپیوٹر کا استعمال ہونا ہے تو کس طرح ہو گا مثلاً اگر صدر انجمن کے تمام دفاتر کا نظام کمپیوٹرائز کرنا ہے تو سسٹم انالسٹ اس تمام کام کا جائزہ لے کر طے کرے گا کہ کس طرح کس کس حصہ میں اس کام کو قابلِ عمل بنایا جا سکتا ہے۔

پہلے والے شعبہ کے لیئے آپ کو کم از کم ٹائپنگ آنی ضروری ہے جبکہ دوسرے شعبہ میں جانے کے لیئے آپ کو کم از کم ایک کمپیوٹر کی زبان پر مکمل عبور ہونا چاہیئے اور تیسرے شعبہ کے لیئے آپ کے پاس کم از کم کمپیوٹر سائنس میں ڈگری وغیرہ ہونی چاہیئے۔ اگرچہ ان شعبہ جات کے علاوہ بھی بہت سے اور بھی کام کمپیوٹر کی فیلڈ میں نکلے ہیں جنہیں آپ پیشہ کی حیثیت سے اپنا سکتے ہیں لیکن ان سب کے لیئے ایک بات بہت ضروری ہے کہ آپ محنتی اور متعلقہ شعبہ کا ہنر اچھی طرح رکھتے ہوں۔ آجکل COMPITION کا زمانہ ہے اگر آپ میں قابلیت ہو گی تو سب سے آگے نکل جائیں گے ورنہ بھاگتی ہوئی مخلوق کے پاؤں تلے آ کر کچلے جائیں گے۔

یہاں یہ بات نہایت خوشکن ہے کہ کمپیوٹر جیسی مشین پر دسترس حاصل کرنا چنداں دشوار نہیں۔ اگر آپ محنت اور ہمت کریں اور آپ کو تو ویسے بھی ایک احمدی کی حیثیت سے اس میدان میں خاص

طور پر کام کرنا چاہیئے کیونکہ ہمارے ساتھ ہمارے پیارے مسیح موعود کی بشارتیں ہیں کہ "میرے فرقہ کے ماننے والے علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے"، تو اگر ہم اِس بات کو پیش نظر رکھیں تو یقیناً اِس دنیا بھر پر راج کرنے والی مشین کی باگ ڈور احمدی کے ہاتھ میں آجائے کیونکہ آنے والے زمانہ میں اُن لوگوں کے لیئے کوئی جگہ نہیں ہوگی جو کمپیوٹر سے کام لینا نہیں جانتے ہوں گے۔ سو آج سے ہی کمر ہمت کسیں اور اِس فیلڈ کے بارے میں جہاں سے ممکن ہو معلومات اپنی کھوئی ہوئی میراث سمجھ کر حاصل کریں جو کچھ مَیں نے اِس مضمون میں بیان کیا وہ تو صرف ایک جھلک ہے جس میں بہت سی باتوں کا ذکر بھی نہیں کیا جا سکا۔ اِس مضمون کے بارے میں آپ کی رائے میرے لیئے آئندہ کے لیئے بہتر نتائج پیدا کر سکتی ہے۔

جزاکم اللہ!

پانچویں نسل کا کمپیوٹر

"ٹوکیو۔ جاپان میں تکنیکی ماہرین نے ایک ایسا کمپیوٹر ایجاد کیا ہے جو بیک وقت یادداشت وابستگیوں اور مداخلت کے کام کرنے کے قابل ہے۔ انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ دُنیا کا "پانچویں نسل" کا اپنی نوعیت کا پہلا کمپیوٹر ہے۔ جاپان کے ادارہ برائے نئی نسل کمپیوٹر ٹیکنالوجی کے مطابق اِس نئے کمپیوٹر میں انسانی ذہن کے کاموں کی تمام استعداد موجود ہے حکومت کی سرپرستی میں کام کرنے والے اِس ادارے نے جس میں ملک کے چوٹی کے کمپیوٹر ساز شامل ہیں ۱۹۹۲ سے پہلے پہلے عملی استعمال کے لیئے "پانچویں نسل" کے کمپیوٹروں کی ساخت کا ایک ۴۰.۹ کروڑ ڈالر مالیت کا منصوبہ بنایا ہے۔

یہ ادارہ اِس بات کی بھی کوشش کر رہا ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک کو بھی کمپیوٹر فروخت کیئے جائیں"۔ (مساوات ۲۲ نومبر ۱۹۸۸ء صـ۳)

پیارے محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

بھیجیں درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار

کیلنڈر ۱۹۰۱ء تا ۲۰۰۰ء

(مکرم مشہود احمد ناصر۔ مکرم منیر احمد نوید صاحب)

ہم سب کے لیئے نیا سال ۱۹۸۹ء مبارک ہو۔ نئے سال کی ہم سب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔
نئے سال کی خوشی میں اس کے شروع ہونے پر ہم آپ کی خدمت میں سو سالہ (۱۹۰۱ء تا ۲۰۰۰ء) کیلنڈر کا تحفہ پیش کرتے ہیں۔

کلید کیلنڈر

کیلنڈر ایک ایسی چیز ہے جس سے ہر ایک کو ہر روز واسطہ پڑتا ہے۔ اس لیئے اس کے بارے میں ہمیں بعض ضروری معلومات بھی ہونی چاہئیں جو ہمیں تاریخیں اور دن معلوم کرنے اور یاد رکھنے کے لیئے مدد دے سکتی ہیں۔ تو ہم آپ کی خدمت میں اس کیلنڈر کے بارے میں بعض ضروری معلومات پیش کرتے ہیں ان کو ذہن نشین کر لیں۔ یہ آپ کو کلید کا کام دیں گی۔

پہلا قدم :۔ اس میں ایک مخصوص ترتیب کے ساتھ ۱۹۰۱ء سے ۲۰۰۰ء تک سن دیئے گئے ہیں۔

دوسرا قدم :۔ اس میں حصہ اوّل کے دائیں طرف بارہ مہینوں کے لیئے ۱ تا ۷ ہندسے ہیں ان ہندسوں پر سن اور مہینوں کو ملانا ہے۔

تیسرا قدم :۔ اس میں ایک مخصوص ترتیب کے ساتھ جنوری تا دسمبر مہینوں کی تاریخیں اور دن دیئے گئے ہیں۔

- اس کیلنڈر کے تین حصے ہیں۔ پہلا قدم حصہ اوّل ہے۔ دوسرا قدم حصہ دوم ہے اور تیسرا قدم حصہ سوم ہے۔ سب سے پہلے اُس سن پر نظر رکھیں جس سن کی تاریخ تلاش کرنا مطلوب ہے اور پہلا قدم اُٹھا کر دوسرے حصے میں رکھیں تیر کا نشان آپ کو دوسرے حصہ میں لے جائے گا۔ اور جس مہینے کی تاریخ مطلوب ہے اُس مہینے کو تیر کے ذریعہ دوسرے حصہ میں دیئے گئے نمبر سے ملائیں۔ اور پھر اس نمبر کو تیسرے حصہ میں تلاش کریں اور اس میں مطلوبہ مہینے کی تاریخیں اور دن دیکھ لیں۔
- مہینوں کے نام اور دنوں کے نام اردو میں ساتھ لکھ دیئے گئے ہیں۔

یہ کیلنڈر ۱۹۰۱ء سے ۲۰۰۰ء تاریخ اور دن بتا سکتا ہے۔

● یاد رکھیں کہ لیپ کے سال میں ۳۶۶ دن ہوتے ہیں اور لیپ کے سالوں کے علاوہ باقی سالوں کے ۳۶۵ دن ہوتے ہیں ۔ چار سال بعد لیپ کا سال آتا ہے ۔ لیپ کا سال چار پر تقسیم ہو جاتا ہے ۔ اس کو شعر کی صورت میں یاد کر لیں

دن ہیں سال میں تین سو پینسٹھ
لیپ سن ہو تو ایک بڑھاؤ
لیپ کا وہ سال کہلائے
چار پر جو تقسیم ہو جائے

● LEAP انگریزی لفظ ہے ۔ اس کا مطلب ہے چھلانگ لگانا ۔ انگریزی میں "LEAP-YEAR" اس سال کو کہتے ہیں جس میں فروری کے ۲۸ دن کی بجائے ۲۹ دن ہوتے ہیں اور یہ سال چار سال کے وقفہ سے آتا ہے اور اس سال کے ۳۶۶ دن ہوتے ہیں ۔

● لیپ کے سالوں کے علاوہ فروری کے مہینے کے صرف ۲۸ دن ہوتے ہیں اور باقی میں سے اپریل، جون، ستمبر اور نومبر کے ۳۰ دن ہوتے ہیں اور جنوری، مارچ، مئی، جولائی، اگست اکتوبر اور دسمبر کے ۳۱ دن ہوتے ہیں ۔ ۳۰ دن والے مہینوں کو شعر کی صورت میں یاد کر لیں جو ہر وقت آپ کو فائدہ دے گا ۔

تیس دن ستمبر کے
اپریل جون نومبر کے

اور ۳۱ دن والے مہینوں اور فروری کے لئے یہ شعر یاد کر لیں :-

باقی ہیں سب کے ایک اور تیس
ماسوائے فروری کے

● یاد رکھیں کہ لیپ کے سالوں میں جنوری، اپریل اور جولائی کی ہفتہ وار ترتیب برابر ہوتی ہے ۔ اور لیپ کے سالوں میں مئی، جون اور اکتوبر تینوں مہینوں کی ہفتہ وار ترتیب آپس میں بھی اور باقی ہر ایک مہینے سے مختلف ہوتی ہے ۔

● لیپ کے سالوں کے علاوہ عام سالوں میں جنوری اور اکتوبر کی ہفتہ وار ترتیب برابر ہوتی ہے ۔ ● اور فروری، مارچ اور نومبر کی ہفتہ وار ترتیب تمام سالوں میں برابر ہوتی ہے ۔ ● عام سالوں میں اپریل اور جولائی کی ترتیب ہفتہ وار برابر ہوتی ہے ۔ ● عام سالوں میں مئی، جون اور اگست کی ہفتہ وار ترتیب آپس میں بھی اور باقی ہر ایک مہینے سے مختلف ہوتی ہے ۔

● ستمبر اور دسمبر کی ہفتہ وار ترتیب ہر سال ہی آپس میں برابر ہوتی ہے ۔

● مئی اور جون کی ہفتہ وار ترتیب ہر سال ہی آپس میں بھی اور باقی ہر ایک مہینے سے بھی مختلف ہوتی ہے ۔

● اس کیلنڈر میں سالوں کے لئے اوپر سے نیچے چودہ لائنیں ہیں حصہ اوّل میں ۔ اوپر والی سات سطور عام سالوں کے لئے ہیں اور نیچے والی سات سطور لیپ کے سالوں کے لئے ہیں ۔

● اس کیلنڈر کے لئے یہ بھی یاد رکھیں کہ لیپ کے سالوں میں ایک کیلنڈر ۲۸ سال بعد دوبارہ وہی آتا ہے ۔ مثلاً ۱۹۰۴ء، ۱۹۳۲ء، ۱۹۶۰ء

اور ۱۹۸۰ء میں ایک ہی کیلنڈر تھا یعنی ۱۹۸۸ء میں ہم نے ۱۹۰۴ء والا اور ۱۹۳۲ء اور ۱۹۶۰ء والا کیلنڈر ہی استعمال کیا ہے۔ ● اور ۱۹۰۸ء، ۱۹۳۶ء اور ۱۹۶۴ء والا کیلنڈر ہم ۱۹۹۲ء میں استعمال کریں گے۔

● لیپ کے سالوں کے علاوہ عام سالوں کی بھی اس کیلنڈر میں ایک مخصوص ترتیب ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ مثلاً صرف پہلی ہی لائن میں جو سال دیئے گئے ہیں اُن کی ترتیب بائیں سے دائیں یوں ہے کہ پہلے اور دوسرے خانے میں ۶ سال کا فرق ہے۔ اور دوسرے اور تیسرے خانے میں گیارہ سال کا فرق ہے اور تیسرے اور چوتھے خانے میں گیارہ سال کا فرق ہے۔ چوتھے اور پانچویں خانے میں چھ سال کا فرق ہے اور پانچویں اور چھٹے خانے میں گیارہ سال کا فرق ہے اور چھٹے اور ساتویں خانے میں گیارہ سال کا فرق ہے۔ ساتویں اور آٹھویں خانے میں چھ سال کا فرق ہے۔ آٹھویں اور نویں خانے میں گیارہ سال کا فرق ہے۔ نویں اور دسویں خانے میں گیارہ سال کا فرق ہے۔ دسویں اور گیارھویں خانے میں چھ سال کا فرق ہے۔ لیپ کے سالوں کے علاوہ باقی عام سالوں میں اسی طرح ہی باقی مخصوص ترتیب ہے جس طرح پہلی لائن کے سالوں کی ہے۔

● کسی مہینے کی تاریخ کو ہفتہ وار ترتیب سے ذہن نشین کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ سات دن کے فرق سے تاریخیں یاد کرلیں اس سے آپ کو آسانی ہوجائے گی کہ جو دن آج ہے وہ آئندہ کس دن آرہا ہے۔ صرف یہ گنتی یاد کرلیں۔

= ۱، ۸، ۱۵، ۲۲، ۲۹ ← ۲، ۹، ۱۶، ۲۳، ۳۰

= ۳، ۱۰، ۱۷، ۲۴، ۳۱ ← = ۴، ۱۱، ۱۸، ۲۵

= ۵، ۱۲، ۱۹، ۲۶ ← = ۶، ۱۳، ۲۰، ۲۷

۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸

یعنی جو دن یکم کو ہوگا وہی ۸، ۱۵، ۲۲، ۲۹ کو آئیگا۔ مثلاً اگر یکم کو جمعہ ہے تو ۸، ۱۵، ۲۲ اور ۲۹ کو بھی جمعہ آئیگا اس طرح اگر آپ کو کسی مہینے کی یکم تاریخ یا کوئی اَور تاریخ اور اس کا دن معلوم ہو تو اس پورے مہینے کی تاریخیں آپ کو ہر وقت یاد ہوں گی۔ اس کیلنڈر سے مثال کے طور پر اب ہم نے ۱۴؍ نومبر ۱۹۷۱ء کا دن معلوم کرنا ہے تو ۱۹۷۱ء کے دائیں طرف دوسرے حصّہ میں نومبر کے مہینہ کے اُوپر ① کا ہندسہ ہے۔ ہم یوں کریں گے کہ حصّہ اول سے ۱۹۷۱ء دیکھیں گے اور حصّہ دوم میں سے نومبر دیکھ کر نومبر اور ۱۹۷۱ء کو ملائیں گے تو ① کا ہندسہ ملے گا۔ پھر حصّہ سوم میں اس ہندسہ کے نیچے کیلنڈر دیکھیں گے تو دن معلوم ہوجائیگا اور اب حصّہ سوم میں ① کے نیچے کیلنڈر دیکھا تو معلوم ہوگیا کہ ۱۴؍ نومبر ۱۹۷۱ء کو اتوار کا دن تھا اسی طرح آپ اپنی تاریخ پیدائش کا دن معلوم کرسکتے ہیں یا کسی گزری ہوئی تاریخ کا دن معلوم کرسکتے ہیں اور آئندہ ۲۰۰۰ء تک کی تاریخوں کے دن اس کیلنڈر سے معلوم کرسکتے ہیں۔ اور اگر یوم مسیح موعود ۲۳؍ مارچ کا دن معلوم کرنا ہو کہ ۱۹۸۹ء کو ۲۳؍ مارچ کی تاریخ کو کیا دن ہے تو ۱۹۸۹ء کے دائیں طرف دوسرے حصّہ میں مارچ کے مہینے کے اوپر ۳ کا ہندسہ ہے۔ حصّہ سوم میں ③ کے نیچے کیلنڈر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ۲۳؍ مارچ ۱۹۸۹ء کو جمعرات کا دن ہے ؛

100 YEARS CALENDAR

1901 → 2000

حصہ اول | حصہ دوم

حصہ اول												جنوری ۱	فروری ۲	مارچ ۳	اپریل ۴	مئی ۵	جون ۶	جولائی ۷	اگست ۸	ستمبر ۹	اکتوبر ۱۰	نومبر ۱۱	دسمبر ۱۲
۱۹۰۱	۱۹۰۷	۱۹۱۸	۱۹۲۹	۱۹۳۵	۱۹۴۶	۱۹۵۷	۱۹۶۳	۱۹۷۴	۱۹۸۵	۱۹۹۱	→	۲	۵	۵	۱	۳	۶	۱	۴	۷	۲	۵	۷
۱۹۰۲	۱۹۱۳	۱۹۱۹	۱۹۳۰	۱۹۴۱	۱۹۴۷	۱۹۵۸	۱۹۶۹	۱۹۷۵	۱۹۸۶	۱۹۹۷	→	۳	۶	۶	۲	۴	۷	۲	۵	۱	۳	۶	۱
۱۹۰۳	۱۹۱۴	۱۹۲۵	۱۹۳۱	۱۹۴۲	۱۹۵۳	۱۹۵۹	۱۹۷۰	۱۹۸۱	۱۹۸۷	۱۹۹۸	→	۴	۷	۷	۳	۵	۱	۳	۶	۲	۴	۷	۲
۱۹۰۵	۱۹۱۱	۱۹۲۲	۱۹۳۳	۱۹۳۹	۱۹۵۰	۱۹۶۱	۱۹۶۷	۱۹۷۸	۱۹۸۹	۱۹۹۵	→	۷	۳	۳	۶	۱	۴	۶	۲	۵	۷	۳	۵
۱۹۰۶	۱۹۱۷	۱۹۲۳	۱۹۳۴	۱۹۴۵	۱۹۵۱	۱۹۶۲	۱۹۷۳	۱۹۷۹	۱۹۹۰		→	۱	۴	۴	۷	۲	۵	۷	۳	۶	۱	۴	۶
۱۹۰۹	۱۹۱۵	۱۹۲۶	۱۹۳۷	۱۹۴۳	۱۹۵۴	۱۹۶۵	۱۹۷۱	۱۹۸۲	۱۹۹۳	۱۹۹۹	→	۵	۱	۱	۴	۶	۲	۴	۷	۳	۵	۱	۳
۱۹۱۰	۱۹۲۱	۱۹۲۷	۱۹۳۸	۱۹۴۹	۱۹۵۵	۱۹۶۶	۱۹۷۷	۱۹۸۳	۱۹۹۴		→	۶	۲	۲	۵	۷	۳	۵	۱	۴	۶	۲	۴
							۱۹۰۴	۱۹۳۲	۱۹۶۰	۱۹۸۸	→	۵	۱	۲	۵	۷	۳	۵	۱	۴	۶	۲	۴
							۱۹۰۸	۱۹۳۶	۱۹۶۴	۱۹۹۲	→	۳	۶	۷	۳	۵	۱	۳	۶	۲	۴	۷	۲
							۱۹۱۲	۱۹۴۰	۱۹۶۸	۱۹۹۶	→	۱	۴	۵	۱	۳	۶	۱	۴	۷	۲	۵	۷
							۱۹۱۶	۱۹۴۴	۱۹۷۲	۲۰۰۰	→	۶	۲	۳	۶	۱	۴	۶	۲	۵	۷	۳	۵
							۱۹۲۰	۱۹۴۸	۱۹۷۶		→	۴	۷	۱	۴	۶	۲	۴	۷	۳	۵	۱	۳
							۱۹۲۴	۱۹۵۲	۱۹۸۰		→	۲	۵	۶	۲	۴	۷	۲	۵	۱	۳	۶	۱
							۱۹۲۸	۱۹۵۶	۱۹۸۴		→	۷	۳	۴	۷	۲	۵	۷	۳	۶	۱	۴	۶
											نام مہینہ	جنوری	فروری	مارچ	اپریل	مئی	جون	جولائی	اگست	ستمبر	اکتوبر	نومبر	دسمبر

۴

۱	ہفتہ		۴	۱۱	۱۸	۲۵
۲	اتوار		۵	۱۲	۱۹	۲۶
۳	پیر		۶	۱۳	۲۰	۲۷
۴	منگل		۷	۱۴	۲۱	۲۸
۵	بدھ	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹
۶	جمعرات	۲	۹	۱۶	۲۳	۳۰
۷	جمعہ	۳	۱۰	۱۷	۲۴	۳۱

۷

۱	ہفتہ		۷	۱۴	۲۱	۲۸
۲	اتوار	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹
۳	پیر	۲	۹	۱۶	۲۳	۳۰
۴	منگل	۳	۱۰	۱۷	۲۴	۳۱
۵	بدھ	۴	۱۱	۱۸	۲۵	
۶	جمعرات	۵	۱۲	۱۹	۲۶	
۷	جمعہ	۶	۱۳	۲۰	۲۷	

۳

۱	ہفتہ	۳۱	۳	۱۰	۱۷	۲۴
۲	اتوار		۴	۱۱	۱۸	۲۵
۳	پیر		۵	۱۲	۱۹	۲۶
۴	منگل		۶	۱۳	۲۰	۲۷
۵	بدھ		۷	۱۴	۲۱	۲۸
۶	جمعرات	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹
۷	جمعہ	۲	۹	۱۶	۲۳	۳۰

۱

۱	ہفتہ		۶	۱۳	۲۰	۲۷
۲	اتوار		۷	۱۴	۲۱	۲۸
۳	پیر	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹
۴	منگل	۲	۹	۱۶	۲۳	۳۰
۵	بدھ	۳	۱۰	۱۷	۲۴	۳۱
۶	جمعرات	۴	۱۱	۱۸	۲۵	
۷	جمعہ	۵	۱۲	۱۹	۲۶	

۵

۱	ہفتہ	۳۰	۲	۹	۱۶	۲۳
۲	اتوار	۳۱	۳	۱۰	۱۷	۲۴
۳	پیر		۴	۱۱	۱۸	۲۵
۴	منگل		۵	۱۲	۱۹	۲۶
۵	بدھ		۶	۱۳	۲۰	۲۷
۶	جمعرات		۷	۱۴	۲۱	۲۸
۷	جمعہ	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹

۲

۱	ہفتہ		۵	۱۲	۱۹	۲۶
۲	اتوار		۶	۱۳	۲۰	۲۷
۳	پیر		۷	۱۴	۲۱	۲۸
۴	منگل	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹
۵	بدھ	۲	۹	۱۶	۲۳	۳۰
۶	جمعرات	۳	۱۰	۱۷	۲۴	۳۱
۷	جمعہ	۴	۱۱	۱۸	۲۵	

۶

۱	ہفتہ	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹
۲	اتوار	۲	۹	۱۶	۲۳	۳۰
۳	پیر	۳	۱۰	۱۷	۲۴	۳۱
۴	منگل	۴	۱۱	۱۸	۲۵	
۵	بدھ	۵	۱۲	۱۹	۲۶	
۶	جمعرات	۶	۱۳	۲۰	۲۷	
۷	جمعہ	۷	۱۴	۲۱	۲۸	

اخبارِ مجالس

آگے قدم بڑھائے جا!

شعبۂ اعتماد

میرا بھرٹکا۔ آزاد کشمیر ماہ نومبر ۱۹۸۸ء میں مجلس عاملہ کا ایک اجلاس ہوا۔ نیز یوم والدین کا ایک اجلاس ہوا۔

شاہدرہ ٹاؤن۔ لاہور ماہ نومبر میں ایک اجلاس عام اور چار عاملہ کے اجلاس ہوئے۔

شعبۂ تربیت

میرا بھرٹکا۔ آزاد کشمیر ماہ نومبر میں ایک نفلی روزہ رکھا گیا۔ ۴ دفعہ تہجد باجماعت ادا کی گئی۔

اسٹیل ٹاؤن کراچی ماہ نومبر میں خدام نے ایک بار تہجد باجماعت ادا کی۔

وقارِ عمل

گھٹیالیاں۔ ۵۰ خدام دس اطفال نے ۲۸ر اکتوبر ۱۹۸۸ء کو بدوملہی میں وقارِ عمل کے ذریعہ تین بڑے گڑھوں کو پُر کیا۔

میرا بھرٹکا ماہ نومبر میں بیت الحمد کی صفائی اجتماعی طور پر کرائی گئی۔

شاہدرہ ٹاؤن وقارِ عمل کے ذریعہ ماہ نومبر میں بیت الحمد کی صفائی کرائی گئی۔

اسٹیل ٹاؤن کراچی خدام نے ۳ گھنٹے وقارِ عمل کرکے ۱۷ درخت لگائے۔

صحتِ جسمانی

دورانِ سال ۱۹۸۸ء کرکٹ، کبڈی، کُشتی، فٹ بال، ہاکی، والی بال، باسکٹ بال، بیڈمنٹن، ٹیبل ٹینس، اتھلیٹکس، سائیکل ریس کے مقابلے ہوئے۔

دارالرحمت غربی ربوہ کے ۴ خدام نے ۲۵ میل پیدل سفر کیا۔ ربوہ اور بیرونی مجالس کے خدام یوم دعوت الی اللہ مناتے رہے۔ کلوا جمیعًا کرائے گئے۔

ربوہ اور بیرون از ربوہ کے یکصد خدام نے سوئمنگ

پول میں تیراکی کی مشق کی۔

خدمتِ خلق

گھٹیالیاں ۲۴ر نومبر ۱۹۸۸ء کو ۵ ٹریکٹروں نے میادی نانون تحصیل نارووال میں سیلاب زدگان کی چالیس ایکڑ اراضی رضاکارانہ طور پر کاشت کی نیز ۵۰ کھیس، ۱۵ لحاف، ۱۵۰ کپڑوں کے جوڑے تقسیم کیے۔ اسی مجلس نے ماہ اکتوبر میں سیلاب زدگان کو ۶۰ من گندم، ۴۰۰۰ روپے نقد اور ۱۰ کلو چاول اکٹھے کر کے دیئے۔

سائیکل سفر

اسٹیل ٹاؤن۔ کراچی ۲۵ر نومبر ۱۹۸۸ء کو سائیکل سفر کیا گیا۔ اس دوران علمی و ورزشی مقابلے بھی ہوئے۔

جلسے اور اجتماعات

میرا بھڑکا ماہ نومبر میں سیرت النبیؐ کا ایک اجلاس منعقد کیا گیا۔

شاہدرہ ٹاؤن۔ لاہور ۲۸ر نومبر ۱۹۸۸ء کو سیرت النبیؐ کا جلسہ منعقد ہوا۔

بقایاداران خالد اپنے بقایاجات جلد ادا فرمائیں۔۔۔!
(مینیجر خالد)

ایڈیٹر کے نام خطوط

مکرمی ایڈیٹر صاحب!

خالد کے دسمبر کے شمارہ میں جناب عبیداللہ علیم کی باتیں پڑھنے کا موقع ملا۔ اس قدر دلچسپ، بھرپور اور معلومات افزا انٹرویو شائع کرنے پر ہدیہ تبریک قبول فرمایئے۔

جناب علیم صاحب نے بجا طور پر فرمایا ہے کہ ہماری نوجوان نسل کو دوسرے شعراء سے بھی متعارف کرانا چاہیئے۔ اور ہمارے رسالوں میں اُن کا تذکرہ آنا چاہیئے۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے بھی اپنے ایک خطبے میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ ہمیں نوجوان نسل کیلئے مثبت سرگرمیوں اور دلچسپیوں کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ خاکسار کے خیال میں ہمارے رسالوں میں کچھ کچھ ادبی اور معلوماتی قسم کے دلچسپ مضامین بھی شائع ہونے چاہئیں۔

پروفیسر راجا نصراللہ خان دارالصدر غربی ربوہ

مکرمی مدیر صاحب!

ماہ دسمبر ۸۸ء کا شمارہ پڑھا مکرمی "عبیداللہ علیم کی باتیں" والا انٹرویو تو بہت ہی نادر قسم کا ہے جس سے نوجوانوں کے اندر ایک انقلاب پیدا ہو سکتا ہے اور انہیں مصروف رکھا جا سکتا ہے۔

میرے خیال میں مذہبی اور ثقافتی مضامین کے ساتھ ساتھ ادبی مضامین ضرور آنے چاہئیں تا ادبی ذوق رکھنے والوں کی دلچسپیوں کو جماعت کے لئے مفید بنایا جا سکے۔

محمد اسماعیل منیر۔ قائد اصلاح و ارشاد۔
مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ

برناف کریم رجسٹرڈ
کیل ۔ چھائیاں دُور کرنے کے لئے بہترین ہے
اوپل کیمیکل انڈسٹریز رجسٹرڈ
ظفروال ضلع سیالکوٹ
FOR GENUINE DATSUN
AND HONDA PARTS
ڈاٹسن (نسّان) اور ہنڈا موٹر گاڑیوں کے اصلی پُرزہ جات
درج ذیل پتہ پر حاصل کریں!
الہلال موٹرسٹورز
فون نمبر ۷۲۳۷۵۷ ۷۲۸۸۹۲
۴۸۔ تبّت سینٹر، ایم۔ اے جناح روڈ۔ کراچی۔ ۳
فون نمبر ۷۲۳۶۱۴

ماہنامہ "خالد" کا "جشنِ تشکّر نمبر"

ماہنامہ خالد کا آئندہ شمارہ فروری - مارچ ۱۹۸۹ء انشاء اللہ صد سالہ جشنِ تشکّر نمبر ہوگا۔ جس میں جماعت احمدیہ کے قیام کے سو سال پورے ہونے پر خصوصی مضامین اور نظمیں شامل اشاعت ہوں گی۔ اس خصوصی ضخیم و مصوّر نمبر کے لیے مضمون نگار و مشتہرین حضرات فوری طور پر اپنا مواد بھجوا دیں۔! جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(مہتمم اشاعت)
مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

مجلس خدّام الاحمدیّہ مرکزیّہ کی طرف سے

"سوونیئر"

کی اشاعت!!

صد سالہ جشنِ تشکّر کے موقع پر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے ایک حسین و دلکش سوونیئر شائع کیا جا رہا ہے۔ جس میں تصاویر کی اشاعت کا خصوصی اہتمام کیا جائیگا اس میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی ترقی اور پچاس سالہ تاریخ کو خاص طور پر موضوع بنایا جائے گا۔

مشتہرین اور مضمون نگار احباب فوری طور پر رابطہ کریں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(مہتمم اشاعت)

Monthly KHALID RABWAH

Regd. No. L 5830

JANUARY 1989